اللھم صل علی محمد النبی الامی وآلہ وصحبہ وبارک وسلم

اللہ
رسول
محمد

محافل شیخ سے

روحانیت
سے متعلق آپ کے
50 سوالات

اقتباسات

(1)

حضرت امیر محمد اکرم اعوان
شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ
کے جوابات

صفارہ پبلک لائبریری
0333-5602157
اسلام پورہ جبر

☆ روح کی قوت پرواز سے کیا مراد ہے؟

☆ سانس کے ساتھ ذکر کرنے کی کوئی سند قرآن وحدیث میں ہے؟

☆ اہل تصوف کے دو نظریات وحدت الوجود اور وحدت الشہود سے کیا مراد ہے؟

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ دارالعرفان منارہ ضلع چکوال فون: 0543-562200

سوال 1: سانس کے ساتھ طریقہ ذکر میں کیا انسان کے دماغ، دل اور پھیپھڑوں پر طبی نقطہء نظر سے کیا کوئی مضر اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ جب تنفس کو غیر فطری طریقے سے لیا جائے تو اثرات نیک و بد میں احتمال تو ضرور ہے؟۔

جواب: کئی طریقہ ہائے ذکر ہیں۔ جو سارے قرون اولیٰ سے ہی شروع ہو گئے تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی ذکر کرتے تھے۔ لیکن ان کا وجود طبعی طور پر نگاہ مصطفوی ﷺ سے ذاکر ہو گیا جس کی شہادت قرآن کریم میں موجود ہے۔ مثالی مسلمان کے جو اصول قرآن نے بیان کئے ہیں (اور چونکہ صحابہ کرامؓ ہی قرآن کے مثالی مسلمان ہیں) اس کی یہ دلیل دی جاتی ہے۔ انسان جب اللہ کا ذکر یا اللہ کی آیات کے احکام سنتا ہے تو نہ صرف اس کا دل و دماغ بلکہ اس کی جلد کے جو ذرات ہیں دل کے جو اجزاء ہیں وہ بھی محسوس کرتے ہیں اور وہ بھی لرز اٹھتے ہیں۔ پھر یہ ہوتا ہے۔

ثم تلین جلودھم و قلوبھم الیٰ ذکر اللہ کھال سے لے کر قلب تک ہر ذرہ ءبدن ذاکر ہوتا ہے۔ تو صحابہؓ کا تو یہ حال تھا لیکن اس کے لیے انھیں کوئی محنت و مشقت نہیں کرنا پڑی، نگاہ مصطفوی ﷺ سے سارا کام ایک نگاہ سے ہو گیا۔ صحابہؓ کی صحبت میں تابعین کو محنت نہیں کرنا پڑی۔ آنے والا پاس بیٹھنے سے ہی تابعی بن گیا۔ تابعی سے ملاقات کرنے والا تبع تابعی ہو گیا۔ شیخ کی مجلس میں بیٹھ کر ذکر کرنا یہ تو صحابہؓ سے ثابت ہے۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ بیٹھ کر ذکر کرنا، خود آپس میں حلقہ ذکر مسجد نبوی ﷺ میں ثابت ہے۔ ذکر سے آج تک تو دل و دماغ کی بیماریوں کی اصلاح ہی ہوئی ہے یعنی ہمارے تجربے میں بھی ہے اور اس سے پہلے کے بھی جو حالات ہم نے پڑھے اور سنے ہیں ان میں بھی مریضوں کو شفایاب ہوتے دیکھا ہے۔ خود مجھے بتیس برس ہو گئے ہیں یہ ذکر کرتے ہوئے اور بتیس برس بڑا عرصہ ہوتا ہے۔ کوئی مضر اثر ہمارے مشاہدے میں نہیں آیا۔

حضرتؒ ۸۰ سال سے اوپر عمر گزار کر دنیا سے رخصت ہوئے آخر تک ان کا دل و دماغ دوسروں سے قوی اور مضبوط تھا۔ یاداشت بھی سب سے اچھی سارے اعضا بھی

درست تھے۔ان کی عمر بیت گئی۔ یہاں تو لاکھوں کی تعداد میں لوگ ذکر کر رہے ہیں جہاں تک تعلق ہے تنفس کو غیر فطری طریقے سے لینے کا، اگر چلنا ایک فطری عمل ہے تو تیز چلنا یا تیز دوڑنا غیر فطری کیسے ہو جائے گا۔ اگر سانس لینا ایک فطری عمل ہے تو تیزی سے سانس لینا مشکل تو ضرور ہو سکتا ہے۔ لیکن اسے غیر فطری کیسے کہا جائے گا؟ یہ محض ایک نہ سمجھنے کی اور کہہ دینے کی بات ہے اور اگر احتمال کو لیا جائے تو احتمال تو ہر چیز کے ساتھ ہے۔ مثلاً پانی پینے سے اور کھانے کے ساتھ احتمال ہے کہ اس سے بیمار ہو سکتا ہے۔ سونے کے ساتھ احتمال ہے کہ چھت گر جائے گی۔ گاڑی پر بیٹھنے میں احتمال ہے کہ ایکسیڈنٹ ہو جائے گا تو کیا دنیا کا نظام چھوڑ دیا جائے؟ کہ اس میں تو موت ہے؟

سوال 2: سانس کے ساتھ ذکر کرنے کی کوئی سند قرآن وحدیث سے درکار ہے؟

جواب: جہاں قرآن میں حج کا حکم ہے اگر اس کے ذرائع اختیار کرنے کی تفصیل قرآن میں ہوگی تو وہاں ذکر کرنے کے سارے طریقے بھی لکھے ہوں گے۔ قرآن حکیم میں وضو کے لیے دریا سے یا نہر سے پانی لینے کا حکم کہاں ہے؟ قرآن پاک میں مقاصد کا ذکر ہے، ذرائع کا نہیں، ذرائع کیلئے ایک ہی قید ہے کہ کوئی غیر شرعی کام اس بہانے نہ ہو۔ ہمیں نماز پڑھنی ہے ایک پیاسا مر رہا ہے کیا اس سے پانی چھین لیں؟ نہیں۔ پانی نہیں ہے تو تیمّم کر لیں، ذرائع کا کوئی مخصوص طریقہ قرآن وحدیث میں زیر بحث نہیں آتا۔

قرآن وحدیث میں مقاصد آئے ہیں مسجد بنانا مقصد ہے اس کے لیے دیواریں پتھروں کی ہونگی یا اینٹوں کی، چونا لگے گا یا نہیں لگے گا، اسے آپ سیمنٹ سے بنائیں گے یا گارے سے بنائیں گے، اس پر لکڑی کی چھت ڈالیں، لوہے کی ڈالیں گے۔ اب کوئی آدمی کہے گا کہ لینٹر کی سند قرآن وحدیث سے لو تو یہ بچوں کی سی بات ہے۔ قرآن نے تو بڑا سیمپل بڑا سادہ کہا ہے اور بار بار کہا ہے کہ: **واذکر والله ذکر کثیرا ٥** زندگی میں جتنے کام آپ کرتے ہیں ان میں سے زیادہ کثرت سے جو کام کرو، وہ ذکر الٰہی ہے۔ ہر حال میں کرو۔ **الذین یذکرون الله قیاما و قعودا وعلی جنوبهم ٥** قرآن

نے پابندی نہیں لگائی کہ کوئی تیزی سے سانس لے رہا ہے کوئی آہستہ لے رہا ہے بلکہ قلب سے ذکر کرنے کو ضروری اور افضل قرار دیا ہے۔ فرمایا

ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذکرنا ۔جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا یہ گناہ کی، کسی جرم کی یا کسی کوتاہی کی سزا ہے کہ قلب کو ذکر کی توفیق نہ ہو اور ساتھ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایسوں کی بات کی پرواہ نہ کی جائے وہ اس قابل ہوتا تو ہم اس کے دل سے اپنی یاد کیوں نکال لیتے۔ یہ اس قابل ہی نہیں کہ اس کی بات سنی جائے۔ حضور اکرم ﷺ نے حدیث ارشاد فرمائی لیکن عہد نبوی ﷺ میں بخاری شریف تو نہیں تھی۔ اب اگر بخاری و مسلم (خود ان کتابوں) کی سند چاہیے تو وہ کہاں سے آئے گی۔ اب یہ جو ہمارے مروجہ دینی مدارس ہیں جو قرآن و حدیث پڑھاتے ہیں۔ ان کی کوئی سند تلاش کریں تو حیات نبوی ﷺ میں تو کوئی مدرسہ اس طرح کا ملتا جہاں ایک استاد صرف و نحو پڑھاتا ہے۔ ایک استاد حدیث پڑھاتا ہے ایک استاد تفسیر پڑھاتا ہے ایک استاد حفظ کراتا ہے۔ اتنے کوئی شعبے نہیں ملتے ایک ہی استاد ہے ایک ہی سکول ہے۔ ایک ہی مدرسہ ایک ہی مسجد نبوی ﷺ ہے۔ ایک ہی استاد ﷺ ہیں۔ وہیں جنگ کی تربیت بھی ہو رہی ہے۔ پڑھایا بھی جا رہا ہے۔ قرآن بھی آ رہا ہے۔ حدیث بھی بیان ہو رہی ہے۔ سب کچھ ایک ہی جگہ ہو رہا ہے تو اب کیوں الگ الگ مدرسوں کا اہتمام کیا گیا ہے؟ اس کی سند کہاں ہے؟ یہ سب ذرائع ہیں۔ ذرائع کے لیے سند کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس کے لیے جواز کافی ہے کہ وہ کام شرعاً جائز ہو۔ ناجائز نہ ہو، سند کی ضرورت مقاصد کے لیے ہوتی ہے۔

مقصد کو ذریعے سے الگ کرنا چاہیے۔ جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے۔ حج کرنا مقصد ہے جس پر فرض ہے اسے کرنا ہے۔ اب کوئی گھوڑے پر جاتا ہے۔ اونٹ پر جاتا ہے، گاڑی پر جاتا ہے، جہاز پر جاتا ہے اس سے قرآن کو غرض نہیں ہے۔ نہ اس کا جہاز پر جانے سے ثواب بڑھ جائے گا۔ نہ گھوڑے پر جانے سے کم ہو جائے گا۔ نہ پیدل جانے سے زیادہ ہو گا بلکہ یہ تو جہالت کی باتیں ہیں۔ اللہ کریم نئے نئے اسباب و ذرائع دیتا ہے۔ اسی طرح

مقصد ذکر الٰہی کرنا ہے۔ اس کے لیے ذریعہ (شرعی حدود میں) کوئی بھی ہوسکتا ہے اور جس قدر مستند کام اور جس قدر مدلل کام صوفیاء نے اور مشائخ حضرات نے کیے ہیں اتنی احتیاط علمائے ظواہر کر ہی نہیں سکتے۔ علماء ظواہر کے پاس ایک ذریعہ اور ایک ہی سورس (Source) ہوتا ہے۔ وہ ہوتا ہے نقلی اور کتابی جبکہ صوفیاء کے پاس دو ذریعے ہوتے ہیں۔ نقلی اور کتابی بھی اور کیفی بھی۔ یہ جہاں سنت کے خلاف قدم اٹھاتے ہیں ان لوگوں کے قلوب اور ان کی کیفیات متاثر ہوتی ہیں اور یہ فوراً وہاں رک جاتے ہیں کہ بات صحیح نہیں ہے اور کتنی ایسی باتیں آپ کو صوفیاء کی تحریروں میں ملتی ہیں جنھیں علمائے ظواہر جائز کہتے ہیں اور صوفی درست نہیں سمجھتے۔ ایسی حدیثیں ملتی ہیں جن کی سندیں جو صوفیاء نے کہہ دیا کہ ان میں حضور اکرم ﷺ کے انوارات نہیں ہیں۔ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

سوال 3: دلائل السلوک میں ملتا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ پر وحی آتی تھی تو آپ ﷺ کا سانس تیزی سے چلنے لگتا تھا لیکن اس میں ذکر کرنے کا تذکرہ نہیں ملتا؟

جواب: کلام باری کا نزول ہوتا تھا تو ساتھ تجلیات باری ہوتی تھیں۔ تجلیات باری جب قلب اطہر رسول اللہ ﷺ پر آتی تھیں تو وہاں بھی خون میں حدت پیدا کرتی تھیں۔ وہاں بھی قلب اطہر کی حرکت تیز ہوتی تھی۔ وہاں بھی سانس تیزی سے چلنے لگتا تھا۔ ایک کتاب کسی نے لکھی ''حیات ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ'' آخر میں ساری بحث سمیٹتے ہوئے انھوں نے لکھا کہ جو لوگ ان پر اعتراض کرتے ہیں ان کا قصور نہیں۔ ان ان کے ارشادات اور ان کی ان مسائل کو سمجھنے کی Approach اتنی بلند ہے کہ سطحی آدمی اس بات کو سمجھ ہی نہیں سکتا ان کی باتیں اتنی بلند ہوتی ہیں کہ عام آدمی ان کے خلاف فتوے دینے لگ جاتا ہے تو آخری مصرعہ جو انھوں نے نقل کیا اس میں حیات ابوحنیفہ میں انھوں نے لکھا کہ ؎ اے روشنی طبع تو من بلا شدی، یہاں بھی یہی بات ہے کہ حضرتؒ کے ارشاد میں اتنی واضح اور مضبوط دلیل تھی اور آپ کو دلیل نظر ہی نہیں آئی۔ ان باتوں کو سمجھنے کے لیے کسی کے پاس بیٹھنے کی ضرورت ہے۔ نبی اکرم ﷺ پر جب کسی نئی آیت کا نزول ہوتا تھا تو پھر وہی کیفیت وارد ہو جاتی تھی۔ جنکی ذات منبع نور ہے ہمہ وقت

اللہ کی تجلیات کا مرکز ہیں۔ ان پر جب کوئی نئی آیت نازل ہوتی تو سارا حال پھر لوٹ آتا تھا۔ خون میں حدت پیدا ہوتی تھی قلب اطہر کا عمل تیز ہو جاتا تھا اور وہ تیزی سے آپ ﷺ کے عمل تنفس سے ظاہر ہوتی تھی۔ سانس مبارک تیز ہو جاتی تھی۔ تو اب اس قاعدے کو اساتذہ نے الٹا یا کہ عمداً سانس تیزی سے لو سانس تیزی سے لینے سے قلب تیزی سے حرکت کرے گا۔ جب تیزی سے حرکت کرے گا تو خون میں حدت پیدا ہو گی اور خون کی حدت ان انوارات کے ساتھ رابطہ پیدا کرے گی جو شیخ کی توجہ سے قلب پر آرہے ہیں اور قلب انھیں زیادہ سے زیادہ جذب کرے گا۔

سوال 4: آج رات روحانی بیعت کے وقت دیکھا کہ آپ منصب والی کرسی سے اٹھ کر خود حضور اکرم ﷺ کے سامنے آئے اور پھر بیعت والوں کو پیش کیا۔ جبکہ عام طور پر ایسا نہیں ہوتا؟

جواب: عمومی حاضری میں منصب والی کرسی سے اٹھنا نہیں پڑتا۔ عام حاضری اور رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دینے میں بہت فرق ہے۔ اس کے لیے خود بھی حاضر ہونا پڑتا ہے۔
(اسی قرب پر جو اللہ نے نصیب فرمایا ہے میں نے نظم بھی لکھی ہے)

سوال 5: ارتکاز توجہ خیالات کی یکسوئی Power of concentration کا تعلق دماغ سے ہے یا دل سے؟

جواب: میرے بھائی! انسانی جسم کے وہ پانچ حصے جنھیں حواس خمسہ کہتے ہیں وہ چھونے، چکھنے، سونگھنے، دیکھنے اور سننے کی صلاحیتیں ہیں۔ اسی طرح ایک صلاحیت اور بھی ہے جو سوچنے کی ہے یہ ساری صلاحیتیں جو کچھ محسوس کرتی ہیں اس کا اثر براہ راست دل پر مرتب ہوتا ہے۔ آنکھ کوئی خوبصورت چیز یا اچھا پھول یا اچھی تصویر کو دیکھتی ہے تو اس سے دل بھی خوش ہوتا ہے۔ کوئی برائی دیکھتی ہے تو اس سے دل کو تکلیف ہوتی ہے۔ کان اچھی بری آواز سنتا ہے یا زبان سے اچھے برے الفاظ نکلیں تو دل پر اثر مرتب ہوتا ہے اسی طرح دماغ کی سوچیں بھی دل کو متاثر کرتی ہیں تو ذکر کے وقت جو کہا جاتا ہے کہ آنکھ بھی بند ہو زبان بھی بند ہو اور سوچ بھی اس بات پر مرتکز کر دی جائے کہ اللہ ھو ہو رہا ہے یا اس کے ساتھ ساتھ تھوڑی سی جسم کو حرکت بھی دینا شروع کر دیں تو یہ سارے حیلے

حوالے ہیں کہ خارجی اثرات دل پر کم سے کم مرتب ہوں جب بھی خارجی اثرات قلب پر آئیں گے اور قلب ان کی طرف متوجہ ہوگا تو ذکر اللہ سے رابطہ کٹ جائے گا۔ چونکہ جب دل میں یکسوئی نصیب ہوتی ہے تو سمجھ نہیں آتی کتنی دیر گزر گئی ہے۔ گرمی سردی یا اردگرد کیا ہو رہا ہے سب سے رابطہ کٹ جاتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ قلب ایک وقت میں صرف ایک ہی طرف متوجہ رہ سکتا ہے ارتکازِ توجہ یا Power of concetration دراصل یوگا میں ہندوؤں کی عبادتوں اور مجاہدوں کا ایک شعبہ ہے۔ یہ ایک طرح کی ذہنی ورزشیں ہیں جو ٹیلی پیتھی بھی کہلاتی ہیں۔ یہ Power پوری دماغی صلاحیت کو ایک نقطے پر مرتکز کرنے سے آتی ہے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے یہ لوگ ایک ہی نقطے کو پانچ منٹ سے شروع کر کے گھنٹوں تک لے جاتے ہیں پھر موم بتی رکھ کر دیکھتے رہتے ہیں جو بہت ماہر ہو جاتے ہیں وہ سورج کو گھنٹوں دیکھ سکتے ہیں اور یہ ساری پریکٹس وہ دماغی صلاحیتوں کو ایک نقطے پر مرتکز کرنے کے لیے کرتے ہیں جب یہ دماغی صلاحیت ان میں آجاتی ہے تو اس کو استعمال کرتے ہوئے وہ دوسروں کے ذہنوں میں اپنی سوچ القاء کرنے یا دوسروں سے ان کے منصوبوں کو Suck کرنے کی اہلیت کسی حد تک پالیتے ہیں اس زمانے میں یہ کام آپ مشینوں سے بھی لے رہے ہیں جیسے ٹیلیویژن پر دنیا کے ایک سرے پہ بیٹھے آپ دوسرے سرے پر ہوتی گیم دیکھ لیتے ہیں اسی طرح ارتکاز توجہ والا بغیر ٹیلیویژن کے دیکھ سکتا ہے یہ ممکن ہے۔ آپ ٹیلیفون سے دنیا کے دوسرے سرے کی بات سن سکتے ہیں اور ارتکاز توجہ والا اس کے بغیر بھی سن سکتا ہے۔ افریقہ میں ابھی تک ایک قبیلہ ایسا ہے جن میں یہ ارتکاز توجہ عبادت کا درجہ رکھتی ہے اور ان کا مذہب قبل از تاریخ کا ہے۔ ان میں آج بھی یہ طریقہ کار ہے کہ میں فلاں وقت رابطہ کروں گا۔ اس وقت دوسرا بھی متوجہ ہو جاتا ہے۔ خواہ سو میل دور ہو جونہی وہ ایک دوسرے کی طرف توجہ کرتے ہیں تو وہ بات کر لیتے ہیں۔ یہ سب کچھ ممکن ہے۔ مادی قوت سے جو کچھ کیا جاسکتا ہے وہی ارتکاز توجہ سے بھی ہو سکتا ہے کیونکہ عقل مادی ہے البتہ ارتکاز توجہ سے برزخ، ملائکہ، بالائے آسمان یا تجلیات باری کا مشاہدہ ممکن نہیں۔

وال 6: خیال یا توجہ کی کمی یا کمزوری سے مراقبات یا مشاہدات پر جو اثر پڑتا ہے وہ کمزوری کیسے دور کی جائے؟

جواب: ہمارے ہاں توجہ یا یکسوئی صرف اس لیے ہے کہ دل پر جو Disturbance پیدا ہوتی ہے وہ نہیں ہونی چاہیے۔ ہمارا اصل معاملہ دل کے ساتھ ہے لیکن اگر اس میں توجہ یا یکسوئی نہ آئے تو دماغ کچھ سوچنا شروع کر دیتا ہے۔ آپ آنکھ کھول کر کسی اور کو دیکھنا شروع کر دیں کان سے کوئی گانا سننا شروع کر دیں تو یہ دل کی یکسوئی کو ڈسٹرب کرتا ہے جس کی وجہ سے ہمارا دل کیفیات اخذ نہیں کر پاتا۔ اب یہ سوال کہ اس کمزوری کو کیسے دور کیا جائے تو اس کا سب سے اچھا علاج کثرت مراقبہ ہے۔ ذکر کے بعد طویل مراقبہ کیا جائے اگر آپ کے مراقبات ثلاثہ ہیں تو اقربیت پر دھیان کر کے سو جائیں۔ اگر صرف لطائف یا رابطہ ہی ہے تو قلب پر توجہ کر کے سو جائیں اگر بیٹھنے کے لیے کچھ لمحے فرصت مل گئی ہے تو بیٹھ کر مراقبہ کر لیں۔ زیادہ سے زیادہ مراقبہ کرنا دل میں قوت پیدا کرتا ہے۔

سوال 7: مراقبات میں جب روح کسی مقام پر جاتی ہے تو بدن کیسے زندہ رہتا ہے؟

جواب: آپ کو اگر مراقبہ احدیت ہے ہی نہیں تو اس کی سمجھ کیسے آئے گی کہ مراقبہ احدیت یا کسی بھی اور مقام پر روح جسم کو جب چھوڑتی ہے تو انسان زندہ کیسے رہتا ہے؟ بہرحال جیسے سارے جہان میں روشنی پھیلا کر بھی سورج نہیں پھٹتا۔ اسی طرح جب روح کا اپنے جسم سے نکل کر مختلف مقامات تک جاتی ہے تو انسان مرتا نہیں۔ روح کا اپنے جسم سے تعلق قائم ہوتا ہے البتہ موت پر روح کا جسم سے تعلق منقطع کر دیا جاتا ہے۔ موت کی ایک الگ کیفیت ہے جبکہ مراقبات کی کیفیات الگ ہیں۔ اس چھوٹی سی مادی آنکھ کا ہی تجزیہ کریں۔ جب یہ اٹھتی ہے تو آسمان تک جاتی ہے۔ چاند سورج تک ایک لمحہ میں پہنچ جاتی ہے کیا نگاہ کے اس طرح جانے اور آنے میں آنکھ پھٹ جاتی ہے؟ اگر مادی آنکھ میں قوت وصلاحیت ہے تو روح کی قوت و صلاحیت کا ادراک آپ کر ہی نہیں سکتے۔

سوال 8: رسالت مآب ﷺ کے بعد ان کے علوم کا حقیقی وارث کون ہوا ہے؟ اگر آپ صحابہ

کرامؓ کا نام لیں گے۔ تو اس وقت ان میں بھی اختلاف رہا۔ اگر آپ علما کرام کا نام لیں۔ ان میں آج بھی اختلاف ہے اگر آپ اولیاء کرام کا نام لیں تو ہر ولی کی طریقت جدا نظر آتی ہے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ ان سب کی منزل ایک ہے، صرف راستے جدا جدا ہیں تو میری نظر میں قابل قبول نہیں کیونکہ صراطِ مستقیم صرف ایک ہوتا ہے؟

جواب: علمی وراثت کے بارے میں ایک اصولی بات سمجھ لیں۔ نبی کریم ﷺ اور امت کے درمیان صحابہ کرامؓ ایک واسطہ ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے جو دولت بانٹی اور لٹائی وہ امت کو صحابہ کرامؓ کے ذریعے ہی پہنچی اگر یہ درمیانی واسطہ قابل اعتبار نہ ہو تو سارا دین ہی قابل اعتبار نہیں رہتا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس درمیانی واسطہ کو کیا اللہ کریم نے اور رسول کریم ﷺ نے قابل اعتبار قرار دیا ہے اور اگر قرار دیا ہے تو اس میں شک کرنا کسی طرح مناسب نہیں۔ قرآن کریم کی سو سے زیادہ آیات اس امر پر شاہد ہیں کہ صحابہ اکرمؓ قابل اعتبار ہی نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ کی عطا کردہ دولت کے امین بھی ہیں اور اسے مخلوق تک پہنچانا ان کے فرائض میں داخل ہے اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔ جو آپ نے حجتہ الوداع کے خطبے کے دوران سارے صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا اور امت کو اس کی ضمانت دی کہ **اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم** کہ میرے صحابہؓ ستاروں کی مانند ہیں۔ جس کا دامن تھام لو گے تمھیں منزل مقصود تک پہنچا دے گا۔ اب یہ فیصلہ امت کو خود کرنا ہے کہ وہ اللہ ورسول ﷺ کی بات پر اعتماد کرے یا عام انسانوں کی رائے کو اپنائے۔

سوال 9: کیا اشرف الانبیاء ﷺ نے اپنے کسی صحابیؓ کو ولی، قطب، ابدال یا غوث کہہ کر مخاطب کیا؟ آپ ﷺ نے کسی علاقے کی ولایت تفویض فرمائی؟ کیا ان کے زمانے میں کوئی مجذوب یا سالک گزرا ہے۔ کیا کسی صحابیؓ پر حال وغیرہ چڑھتا تھا؟

جواب: صحابیؓ کا منصب اتنا بلند ہے کہ ولی، قطب، ابدال یا غوث اس کی جوتی کے خاک کے برابر بھی نہیں ہوتے لہذا صحابیؓ کو غوث کہہ کر پکارنا ایسا ہے جیسے صدر مملکت کو پٹواری کہہ کر پکارا جائے۔ حال پڑنا ناقص ہونے کی دلیل ہے۔ کامل کو حال پڑنا ممکن ہی نہیں۔

سوال 10: لطائف منور ہونے سے کیا مراد ہے؟ اور اس کی کیا پہچان ہے؟

جواب: لطائف منور ہو جائیں تو گناہ سے تنفر پیدا ہو جاتا ہے اور نیکی سے ایک مسرت کی لہر سی دوڑتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ یہ ہی اصل پہچان ہے۔ اگر مشاہدہ نصیب ہو تو پھر لطائف کے انوارات اور ان کی کمی بیشی بھی نظر آتی ہے۔

سوال 11: ''روح کی قوت پرواز'' کیا چیز ہے؟

جواب: ذکر اذکار میں ایک طریقہ پاس انفاس کا ہے۔ یہی طریقہ ذکر ہمارے سلسلے میں رائج ہے۔ ذکر کے آخر میں رابطہ کیا جاتا ہے جب یہ رابطہ مضبوط ہو جائے تو روح اس کے ذریعے سے پرواز کر کے مقامات عالیہ تک رسائی حاصل کرتی ہے۔ اس کو روح کی پرواز کہتے ہیں۔

سوال 12: ہمارے ہاں جو ساتھی ذکر کرانے آتے ہیں انھوں نے ایک دفعہ فرمایا کہ مراقبات صرف خیال یا تصور ہیں؟ اس کی وضاحت کر دیں۔

جواب: یہ بات درست نہیں۔ خیال یا تصور تو ہندوؤں کے یوگا میں ہے۔ اسلامی تصوف میں جو مراقبات ہیں یہ حق ہیں اور حقیقت ہیں اس میں تصور کی ضرورت ہی نہیں ہوتی نہ ہی یہ تصور کروایا جاتا ہے۔

سوال 13: اگر مراقبے میں شیطانی وسوسے آئیں تو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: وسوسے کا صرف ایک علاج ہے کہ اس کی طرف آدمی متوجہ نہ ہو۔ اس کے علاوہ دنیا میں وساوس کا کوئی علاج نہیں اور شریعت نے بھی وسوسے کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ یقین کو اہمیت دی ہے مثلاً آپ نے وضو کیا پھر وسوسہ آتا ہے کہ میرا وضو نہیں رہا۔ لیکن چونکہ یقین وضو قائم ہونے کا ہے تو نماز جائز ہوگی۔ اعتبار یقین کا ہوگا، وسوسے کا نہیں۔ آدمی نماز پڑھ رہا ہے اسے یقین ہے کہ میں نے چار رکعت پڑھ لیں۔ وسوسہ آتا ہے کہ نہیں تین پڑھی ہیں تو وہ عمل اپنے یقین پر کرے گا۔ وسوسے کا پابند نہیں ہوگا۔ اہمیت یقین کی ہے وسوسے کی نہیں۔

سوال 14: احدیت، معیت، اقرابیت میں کیا تصور باندھا جائے؟

جواب: میرے بھائی! اس میں تصور کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کو جب بھی احدیت نصیب

ہو گی تو صاحب مجاز یا شیخ کی توجہ سے دو میں سے ایک بات آپ کو حاصل ہو گی یا تو مشاہدہ نصیب ہو جائیگا اور احدیت نظر آئے گی، احدیت کے انوارات نظر آئیں گے، احدیت پر کھڑی ہوئی اپنی روح نظر آئے گی یا کسی خوش نصیب کو تینوں چیزیں نظر آجائیں گی۔ یا کسی کو تینوں میں سے دو نظر آجائیں گی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مشاہدہ نہ ہو تو دوسری صورت میں وجدان نصیب ہو جائے گا۔ دو میں سے ایک چیز نصیب ہو جاتی ہے۔ وجدان میں کچھ نظر نہیں آرہا ہوتا۔ لیکن دل مان رہا ہوتا ہے کہ میں وہاں کھڑا ہوں وہاں یہ چیزیں ہیں اور وجدان کی شناخت یہ ہے کہ وہ دل میں اتنی شدت سے اللہ کی طرف سے آتا ہے کہ کوئی عقلی دلیل اسے رد نہیں کر سکتی کوئی اسے یہ نہیں منوا سکتا کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ بظاہر وہ دیکھ نہیں رہا ہوتا لیکن وہ دیکھ رہا ہوتا ہے۔ وجدان مشاہدے سے مضبوط چیز ہوتی ہے۔ مشاہدے میں ایک نقصان کا اندیشہ یہ ہوتا ہے کہ شیطان آسمان سے اوپر جا نہیں سکتا لیکن جو انوارات جا رہے ہوتے ہیں ان میں کوئی تصویر پرنٹ کر دیتا ہے۔ کوئی اپنا رنگ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے جسے نوٹ کرنا یا محسوس کرنا آسان نہیں ہوتا لیکن جسے وجدان ہوتا ہے انوارات اس کے دل کی طرف آرہے ہوتے ہیں۔ اس میں القاء ہو رہا ہوتا ہے کہ یہ بات ہو رہی ہے تو اس میں اگر وہ مداخلت کرے تو وہ بات فوراً دل پہ آجاتی ہے، رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پتہ چل جاتا ہے کہ کچھ گڑبڑ ہے۔ لہٰذا وجدان زیادہ محفوظ ہے، خالی کسی کو نہیں رکھتا۔ دیتا ضرور ہے۔ اگر دیر لگتی ہے یا بہت جلدی ہوتی ہے تو یہ بھی وہ خود ہی جانتا ہے کہ کسی کو کس وقت کیا دیتا ہے۔ آپ کا کام محنت کرنا ہے ہمارا کام توجہ کرنا اور آپکے لیے کوشش کرنا ہے۔ اس کے بعد اس پر ثمرات مرتب کرنا یہ اللہ کا اپنا کام ہے۔

سوال 15: مراقبات کرتے وقت کیا سوچا جائے؟

جواب: مراقبات کرتے وقت کچھ نہ سوچا جائے سوچنے کی بات نہیں ہے۔ میرے بھائی یہ ہے کہ ذکر کرتے وقت آپ جب کوشش کرتے ہیں کہ اللہ ھو کر رہا ہوں تو باقی باتیں سوچنے کی ضرورت نہیں ہے۔ پوری توجہ اللہ ھو پر ہی رہے۔ جب مراقبہ کرتے ہیں تو سب سے پہلے رابطہ ہوتا ہے قلب سے انوارات اٹھ کر عرش تک جا رہے ہیں تو توجہ اس طرف رہے اگر مراقبات

نصیب ہوں تو پوری توجہ اس مراقبہ پہ رہے۔

سوال 16: آپ نے فرمایا کہ ہر شخص دین کو پھیلانے کی کوشش کرے خواہ کسی کے پاس ایک لطیفہ قلب ہی ہو وہ اسے آگے سکھائے جبکہ دوسری طرف فقہا کے نزدیک دوسروں کا تزکیہ کرنا فرض کفایہ ہے؟

جواب: میرے بھائی! یہ فرض کفایہ کتنے لوگ کر رہے ہیں۔ کبھی آپ نے سوچا انسانی آبادی چھ سو کروڑ کے درمیان ہے اور اس میں آپ ذکر کرنے والے کتنے ہیں آپ بھی چھوڑ دیں تو یہ فرض کفایہ کون کرے گا۔ فرض کفایہ بھی تو تب ادا ہوتا ہے جب شہر میں سے دو چار آدمی تو جنازہ پڑھیں۔ سارے نہیں پڑھیں تو فرض عین ہو جائے گا سارے فرض عین کے تارک ہوں گے ایک مسلمان مرتا ہے تو اس کا جنازہ پڑھنا فرض علی الکفایہ تب ہے کہ کچھ لوگوں نے پڑھ لیا اور جو رہ گئے ان کی طرف سے بھی ہو گیا لیکن اگر کسی نے بھی نہیں پڑھا تو سارے فرض عین کے تارک ہوں گے تو آپ تعداد دیکھ کر انسانی آبادی دیکھ کر حساب لگائیں یہ فرض کفایہ کتنے لوگ کر رہے ہیں، تو میاں یہ تو پسند کی بات ہے۔ یہ مال بیچنے سے بڑھتا ہے اگر کوئی دوسروں کو نہیں سکھانا چاہتا تو وہ اپنے اجر میں کمی کرے گا ہمارا نقصان تو نہیں کرے گا۔ اگر ایک لطیفہ بھی آتا تو آپ نے فقہاء کی یہ نصیحت تو پڑھ لی کہ یہ فرض کفایہ ہے نبی کریم ﷺ کے ارشاد کو کیوں بھول گئے کہ **"بلغو عنی ولو کان ایة"** کہ ایک کلمہ بھی میرا تم تک پہنچے تو دوسرے مسلمان تک پہنچا دو اور اللہ کے اس حکم کو کیوں بھول گئے **کنتم خیر امت اخرجت للناس** تم بہترین امت اس لیے ہو کہ تم دوسروں کے لیے زندہ رہتے ہو تو کیا اس آیت کے مطابق پوچھا نہیں جائے گا کہ دوسروں کے لیے آپ نے کیا کیا؟

سوال 17: مراقبات کا عالم برزخ کی زندگی میں کیا اثر ہوگا؟

جواب: مراقبات برزخ کا سکہ ہیں۔ جس ملک میں آپ جاتے ہیں۔ اس ملک کے سکے کا جو استعمال اس ملک میں ہوتا ہے وہی اثر مراقبات کا برزخ میں ہوگا۔ اور علمائے حق کے نزدیک فرائض اور سنن کے بعد نوافل سے مراقبات زیادہ بہتر ہیں۔ اور کاملین کثرت مراقبات کو ترجیح

دیتے ہیں۔

سوال 18: درود شریف بھی اللہ کے ذکر میں شامل ہے یا نہیں؟

جواب: بھئی آپ درود کی بات کرتے ہیں ہر وہ کام جو سنت کے مطابق کیا جائے وہ ذکر میں شامل ہے۔ ذکر کی تین اقسام ہیں۔ دین کے مطابق عمل کرنا عملی ذکر کہلاتا ہے۔ دین کے مطابق تسبیحات پڑھنا درود پڑھنا یا قرآن پاک پڑھنا لسانی ذکر ہے۔ تیسرا قلبی ذکر جیسے ہمارے سلسلہ میں پاس انفاس کا طریقہ رائج ہے۔

سوال 19: صحبت شیخ سے کیا مراد ہے؟

جواب: صحبت شیخ کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ وقت شیخ کے ساتھ گزاریں۔ اگر آدمی اکثر پاس نہ بیٹھ سکے (پاس بیٹھنے کے لیے ضروری نہیں کہ آپ ساتھ لگ کر بیٹھیں) جیسے آپ یہاں موجود ہیں صبح شام ذکر نصیب ہو جائے، ملاقات ہو جائے یہ صحبت شیخ ہی ہے تو پھر سال الگ بیٹھ کر ذکر کرنے سے روح میں استعداد پیدا ہوتی ہے ترقی نہیں ہوتی۔ جب سالک شیخ کے پاس بیٹھتا ہے تو جتنی استعداد ہوتی ہے آن واحد میں اتنی ترقی نصیب ہو جاتی ہے کیونکہ فیوضات اس کے دل سے سالک کے دل نے اخذ کرنے ہوتے ہیں اور یہ تمام سلاسل میں ہے۔ اس سلسلہ عالیہ میں یہ ہے کہ ایک سٹیج ایسی آتی ہے کہ اس پر پہنچ کر آدمی دنیا میں کہیں بھی ہو وہ صحبت میں رہنے کے برابر ہے۔ اور اس کے منازل چلتے رہتے ہیں لیکن پھر بھی اس کے منازل میں وہ قوت جو ملاقات سے نصیب ہوتی ہے۔ دور رہ کر نہیں ہوتی۔

سوال 20: انٹرنیٹ پر ذکر اور دارالعرفان میں ذکر میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟

جواب: دارالعرفان میں انٹرنیٹ پہ ذکر کا ایک فرق جو ہے وہ مادی قرب کا ہے یعنی وجودی طور پر قریب ہونا پھر دارالعرفان مسجد یا زمین کی اپنی برکات ہیں کہ یہاں کس کس نے ذکر کیا۔ کیسے کیسے لوگ آئے اور کس کس کی برکات یہاں موجود ہیں تو دارالعرفان کی اپنی حیثیت ہے یہاں تو بندہ ذکر نہ بھی کرے صرف مسجد میں آئے تو کیفیت وارد ہو جاتی ہے۔ بلکہ ایسے لوگ جو ذاکر بھی نہیں کبھی کبھار اتفاقاً نماز پڑھنے آجائیں تو وہ بھی بتاتے ہیں کہ جی مسجد میں

جائیں تو عجیب سی کیفیت محسوس ہوتی ہے، حالانکہ نہ وہ ذاکر ہیں اور نہ وہ سلسلے میں ہیں انٹر نیٹ پہ بھی اگرچہ توجہ پوری ملتی ہے چونکہ ذکر براہ راست ہورہا ہوتا ہے لیکن دارالعرفان سے دوسرے درجے پہ ہے۔

سوال 21: حصول رزق اولاد' عمر' تنگ دستی کیلئے دم تعویزات سے کیا فرق پڑتا ہے؟ کیا کوئی جادوٹونے سے کم کرسکتا ہے؟

جواب: یہ اپنے اپنے اعتقاد کی بات ہے، حصول رزق وصحت کیلئے دم بھی کروالے لیکن علاج بھی کرے، دم اور نقش ایک دعا ہیں اور دعا عمل کے ساتھ ہوتی ہے کہ عمل کیا جائے اور پھر دعا کی جائے کہ اللہ بہترین نتائج پیدا کرے۔ تقدیر دو طرح کی ہوتی ہے مبرم اور معلق۔ مبرم وہ ہے جو فیصلے ہو چکے اس میں تبدیلی نہیں ہوگی۔ معلق وہ ہوتی ہے جس کا تعلق آدمی کے کردار سے ہوتا ہے کہ اگر یہ کام کرے گا تو اس پر یہ بلا آئے گی یہ کام کرے گا تو اسے یہ نعمت نصیب ہوگی۔ اب راستہ اس کے سامنے ہے کہ وہ کیا کرتا ہے۔ تو تقدیر معلق جو ہے اس میں دعا یا نقش یا یہ چیزیں اللہ کے حکم سے مدد کرتی ہیں۔ یہی معاملہ آسیب وغیرہ سے حفاظت کا بھی ہے۔ جادوٹونا جو ہے یہ "مبرم" پہ تو اثر نہیں کرتا لیکن معلق پہ اس طرح اثر کرسکتا ہے کہ انسانی ذہن کو متاثر کر کے اس سے ایسے کام کرواسکتا ہے جس کے نتیجے میں اسے مصیبت دیکھنا پڑتی ہے۔ جادوٹونے کی ایک بنیادی بات جو ہے وہ یاد رکھیں کہ جو شخص ذہنی طور پر ان سے خوفزدہ نہ ہو اس پر جادو ٹونے اثر نہیں کرتے خواہ وہ کوئی ہو۔

سوال 22: حضرت توجہ اور القاء میں کیا فرق ہے؟ نیز توجہ کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: توجہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب آپ ذکر شروع کرتے ہیں تو ذکر کرانے والا شخص یہ دیکھے کہ پہلا لطیفہ کررہا ہوں اور اس دوران پہلے آسمان سے جو انوارات میرے قلب پر آرہے ہیں وہی ان لوگوں کے قلب پر بھی جارہے ہیں جن کو میں ذکر کرارہا ہوں۔ اس کی یہ سوچ انوارات کو Divert کردے گی دراصل القاء ہوتا ہے to reflect (انعکاس کا عمل) اور توجہ ہوتی ہے جب یہ سوچا جائے کہ reflection (انعکاس) ہورہی ہے۔ جب ایک

امام نماز پڑھتا ہے تو اس نیت کی وجہ سے نماز ہو جاتی ہے۔ وہی امام اگر اپنی اکیلی نماز شروع کر دے اور دس پیچھے آ کر صف بنا لیتے ہیں تو ان کی نماز نہیں ہوگی، اس لیے کہ امام نے نیت ہی نہیں کی تھی جبکہ اگر نماز شروع کر دے اور دس آدمی پیچھے کھڑے ہوں، یا اس ایک کے ساتھ ایک لاکھ بھی آ کر کھڑے ہو گئے تو سب کی نماز ہو جائے گی۔ توجہ اس نیت کرنے کا ہی نام ہے، جبکہ القاء توجہ کرنے کے عمل کا نام ہے۔ اسی کو آپ انگریزی میں Reflection کہیں گے کہ جو Divert یا Reflect (منعکس) ہو کر ادھر جانا شروع ہو جائے۔ اب یہ سوال کہ توجہ اور القاء کیسے کیا جاتا ہے؟ تو اس کے لیے آپ نے صرف فیصلہ کرنا ہے کہ میں ان کو ذکر کرا رہا ہوں۔ لطائف کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کا تعلق ایسے ہے جیسے آپ کے وجود کے ساتھ عناصر اربعہ کا اب ہمیں مٹی نظر تو نہیں آتی۔ گوشت پوست کا انسان ہے، لیکن بنا وہ مٹی، ہوا، پانی اور آگ سے ہے، تو اسی طرح سے ہر نبیؑ کو اللہ کریم نے ایک کیفیت کا سیمبل بنا دیا ہے۔ خاص Relationship کا۔ ان سب کی Relationship جہاں ملتی ہیں وہ مرکز ہیں نبی کریم ﷺ، تو پہلے لطیفے پر جو انوارات آتے ہیں یہ حضرت آدمؑ کے ہیں اور پہلے آسمان سے آتے ہیں۔ یہ زرد رنگ کے ہوتے ہیں۔ دوسرے لطیفے پر حضرت ابراہیمؑ اور حضرت نوحؑ دو نبیوںؑ کے انوارات آتے ہیں تیسرے لطیفے پر حضرت موسیٰؑ کے انوارات آتے ہیں۔ چوتھے لطیفے پر حضرت عیسیٰؑ کے انوارات آتے ہیں اور یہ چوتھے آسمان سے آتے ہیں۔ یہ انوارات گہرے نیلے رنگ کے ہوتے ہیں۔ پانچویں لطیفے پر جو انوارات آتے ہیں وہ نبی کریم ﷺ کے ہوتے ہیں اور وہ پانچویں آسمان سے آتے ہیں۔ چھٹے اور ساتویں لطیفے پر تجلیات باری ہوتی ہیں۔ ان کے رنگ اور کیفیات کا تعین نہیں کیا جا سکتا، بس جیسے بجلی چمکی اور غائب ہو گئی۔ تو جب بھی کوئی آدمی ذکر کرواتا ہے تو وہ یہ سوچے کہ جو انوارات میرے دل پر آ رہے ہیں وہ دوسروں کے دل پر یا ان کے لطائف پر بھی جا رہے ہیں، تو القاء ہونا شروع ہو جائے گا۔

سوال 23: مرشد حقیقی کی چند صفات ارشاد فرمائیے جن سے مجھے ان کا دامن پکڑنے میں آسانی ہو؟

جواب: مرشد حقیقی کی صفات دو قسم کی ہیں۔ ایک لازم اور دوسری متعدی۔ لازم یہ ہے کہ دین کا ضروری علم رکھتا ہو۔ دین کے احکام پر عمل کرتا ہو۔ سنت کا پابند ہو۔ متعدی یہ ہے کہ دوسروں کو دین سکھانے اور ان کی عملی اصلاح کرنے کا سلیقہ اسے آتا ہو۔ یہ دونوں امور ایسے ہیں کہ عام آدمی اس پیمانے سے کسی کو ماپ نہیں سکتا۔ اس لیے اس کا عوامی پیمانہ یہ ہے کہ اس سے ملنے والوں کی سوچ اور عملی زندگی میں ایسی تبدیلی آجائے کہ دیکھنے والوں کو محسوس ہو کہ ان کی عملی زندگی پر محمد رسول اللہ ﷺ کی چھاپ لگی ہوئی ہے۔

سوال 24: سلسلے میں داخل ہونے کے لیے ظاہری بیعت ضروری ہے یا اس طریقے پہ ذکر کرنے سے آدمی سلسلے میں داخل ہو جاتا ہے؟

جواب: ہم نے ظاہری بیعت کی شرط نہیں رکھی ہوئی۔ جو بھی اس طریقے سے ذکر کرتا ہے۔ سلسلے میں داخل ہے اور ساری برکات حاصل کر سکتا ہے۔ ظاہری بیعت مسنون ہے اور سنت کی اپنی برکات ہوتی ہیں جو کر لیتا ہے اس کی برکات کئی گنا زیادہ ہو جاتی ہیں۔ لیکن یہ ہر کسی کا اپنا فیصلہ ہے جو نہیں بھی کرتا ہم نے کبھی فرق نہیں رکھا کہ ظاہری بیعت کی ہے یا نہیں کی۔

سوال 25: کسی غیر مسلم کو ذکر کرایا جا سکتا ہے؟

جواب: سب ہی اللہ کی مخلوق ہیں۔ غیر مسلم بھی اگر ذکر کرے تو اسے اسلام نصیب ہو جاتا ہے ۔لیکن غیر مسلم کو آپ طریقہء ذکر بتا سکتے ہیں، وہ اپنی جگہ پر بیٹھ کر کرتا رہے آپ ساتھ ذکر نہیں کرا سکتے۔ جب تک ایمان نہ لائے تب تک اس کے لیے یہ ہی کافی ہے۔

سوال 26: دوران ذکر چند سیکنڈ کے لیے آنکھ کھل جائے تو کیا انوارات کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے؟

جواب: آنکھ کا کھلنا بند ہونا بات نہیں، اصل بات توجہ کو ڈسٹرب نہ کرنا ہے۔ آنکھ جب کھلتی ہے تو وہ کسی نہ کسی طرف دیکھتی ہے جس سے توجہ ڈسٹرب ہو جاتی ہے۔ محض جھپکنے کے لیے آنکھ کھل گئی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن اگر توجہ کے بھٹکنے کا خطرہ ہو تو پھر محتاط رہیں۔

سوال 27: شیخ سے ملاقات کر لینے کے بعد دوسری ملاقات کتنے عرصے بعد کرنی چاہیے؟

جواب: میرے بھائی! مجھے اس بات کا بڑی اچھی طرح تجربہ ہے۔ ہم جب حضرتؒ سے ملتے تھے تو بالکل ایک ایسی کیفیت پیدا ہوتی تھی جیسے کسی پیاسے نے خوب پیٹ بھر کر پانی پی لیا ہو۔ رفتہ رفتہ اس میں تھوڑی تھوڑی کمی ہوتی جاتی تھی۔ پھر ایک وقت ایسا آتا تھا کہ پیاس بڑھ گئی اور اس سے زیادہ وقت نہیں گزارا جا سکتا تھا۔ اب کس کا کیا حال ہے یہ ہر بندے کے شیخ کے ساتھ اپنی نسبت پر منحصر ہے۔ دراصل محبت کے پیمانے دنوں اور گھڑیوں سے نہیں ناپے جاتے، کیفیات سے ناپے جاتے ہیں۔ کون کتنا اس میں غرق ہے۔ تو کون جنوں میں کتنا پھنسا ہوا ہے ہر متنفس کی اپنی کیفیت ہوتی ہے۔ شیخ کے ساتھ جتنا تعلق، الفت، نسبت اور جتنے زیادہ لمحات نصیب ہوں، ہر لمحہ اپنی ایک الگ قیمت رکھتا ہے۔ زندگی کے ان طوفانوں اور گھما گھمی میں اللہ کے بندوں کو یہ لمحات چھیننے پڑتے ہیں۔ اس ساری ہاؤ ہو میں روپیہ کمانے کے لیے، طالب علم امتحان کے لیے یا ایک تاجر اپنی تجارت کر کامیاب بنانے کیلئے جیسے جان توڑ کر محنت کرتا ہے۔ اسی طرح شیخ کے ساتھ چند لمحات بسر کرنے کے لیے سالک کو بھی بہت سے مجاہدے کرنے پڑتے ہیں۔ شیخ کے ہاں خلوص کے ساتھ بیٹھ رہنا اور توجہ کا حصول ہی اصل مقصد ہے۔ شیخ کی صحبت سے مراد یہ ہوتی ہے کہ شیخ سے براہ راست توجہ حاصل کر کے ذکر کرنا نصیب ہو جائے۔ اگر اتنی فرصت بھی نہ ملے تو دیکھنا، ملنا اور چند لمحے وہاں (جہاں ذکر ہوتا ہے) بیٹھنا نصیب ہو جائے تو بھی بری حد تک پیاس بجھ جاتی ہے جبکہ شیخ کی مجالس بھی عجیب ہوتی ہیں، یہاں دلوں کی دلوں سے باتیں ہوتی ہیں۔

سوال 28: کیا برے اعمال سے روح کی شکل مسخ ہو کر جانوروں جیسی ہو جاتی ہے؟

جواب: بالکل صحیح بات ہے۔ حدیث شریف میں مذکورہ کسی روح کی شکل حلال جانور کی شکل پر ہو تو کم از کم وہ نجات کا امیدوار ہوتا ہے۔ اعمال میں کوتاہیوں اور کمزوریوں کے سبب روح انسانی شکل پر نہیں رہتی (کیوں کہ وہ انسانی معیار سے نیچے آ گیا ہوتا ہے) لیکن اگر ایمان ضائع نہ ہوا ہو تو حلال جانور جیسی رہتی ہے۔ اس میں نجات کی امید ہوتی ہے۔ لیکن اگر ایمان پر بھی زد پڑ جائے تو شکل مسخ ہو کر موذی اور مردار جانوروں جیسی ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

شروع میں حضرت مولانا اللہ یار خانؒ رویت اشکال کا مراقبہ باقاعدہ کروایا کرتے تھے بعد میں حضرتؒ نے یہ بند کر دیا۔ رویت اشکال کا مراقبہ اگر توجہ دے کر کروایا جائے تو پتہ چل جاتا ہے کہ اس شہر میں کتنے انسان ہیں اور کتنے لوگ انسانی معیار سے گر چکے ہیں اور جانوروں کی شکل پر اژدھے، خنزیر، ریچھ اور بندر بن چکے ہیں۔ ایسے لوگ جن کی روحانی شکلیں بگڑ چکی ہیں اور مرنے سے پہلے وہ تائب بھی نہیں ہوتے تو جہنم میں بھی وہ اسی شکل میں جائیں گے انھیں انسانی صورت عطا نہیں ہوگی۔ کیونکہ انسانی صورت صرف اہل جنت کی ہوگی اور اللہ کے بندوں کی جنھیں نجات نصیب ہوگی۔

سوال 29: کیا وجہ ہے کہ لطائف روشن ہونے کے باوجود اور عرصہ چالیس سال تک نماز، تسبیح اور ذکر کرنے کے بعد بھی ایک صوفی کو کلمات کا ادراک اور معنی کا فہم نصیب نہیں ہوتا؟

جواب: تصوف بغیر علم تو ممکن نہیں۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ خود عالم نہ ہو تو وہ کسی عالم کا ہاتھ پکڑ کر چل سکتا ہے۔ لطائف کی روشنی سے مزاج میں نیکی ضرور آتی ہے مگر معانی و مفاہیم تو باقاعدہ سیکھنے ضروری ہیں۔ ایسا صوفی جو بغیر سیکھے جان جائے تو شاید کروڑوں میں ایک ہوتا ہوگا کہ اسے علم لدنی نصیب ہو جائے۔

سوال 30: مشاہدات کا حاصل کیا ہے؟

جواب: مشاہدات، احکام الٰہی کی مزید تفصیل و تشریح پانے کا سبب ہیں۔ ان کا حاصل یہ نہیں کہ ہم عجائبات دیکھتے پھریں بلکہ مشاہدے کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ جو چیزیں لوگوں کو بہت کتابیں اور بہت مطالعہ کرنے کے بعد بھی سمجھ نہیں آتیں مشاہدے میں وہ چیز آجائے تو تھوڑے وقت میں بہت سی بات آدمی کی سمجھ میں آجاتی ہے۔ جیسے آپ ایک آدمی کو پانچ سال انجن کے بارے پڑھاتے رہیں اور ایک دن جا کر اسے سارا انجن اوپر نیچے سے دکھا دیں تو پانچ سال کے مطالعہ سے ایک دن کا مشاہدہ اس مشین کا، اس کی ہیئت اور اس کی کاردگی کا زیادہ علم دے دے گا۔ تو اگر قوت مشاہدہ نصیب ہو جائے تو یہ حصول علم کا بہت بڑا ذریعہ ہے جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو نصیب ہوا۔ وہ کسی مدرسے اور سکول میں نہیں گئے، کسی سکول میں

نہیں پڑھے، کسی استاد کے پاس نہیں گئے۔ رب کریم نے قوت مشاہدہ دے دی اور علوم کو ان کے لیے سہل کر دیا۔ کسی کی چوری ہوگئی، مشاہدہ ان کاموں کے لیے نہیں ہے اور اگر ان کاموں پر بندہ اسے آزمانا چاہے تو وہ واپس لے لیا جاتا ہے۔ تو مشاہدات اللہ کا احسان ہیں۔ اللہ کی دی ہوئی بہت بڑی نعمت ہے۔ اللہ سب کو نصیب کرے اور اس کا مصرف یہ ہے کہ اس سے احکام الٰہی کو سمجھنے کی توفیق ملے۔

سوال 31: کیا خواتین کو ذکر کروایا جاسکتا ہے؟

جواب: جس طرح خواتین ہر شعبہ زندگی میں مرد حضرات سے علم حاصل کرتی ہیں اسی طرح حدود شرعی کے اندر رہتے ہوئے ذکر اللہ بھی سیکھ سکتی ہیں۔

سوال 32: کسی شخص کو جب پہلی مرتبہ ذکر کرایا جاتا ہے تو کیا ذکر کرانے والے ساتھی کو کوئی خاص خیال رکھنا پڑتا ہے؟

جواب: کچھ بھی نہیں۔ بس اسے ذکر کا طریقہ بتادو اور پاس بٹھا کر ذکر کرادو۔ باقی اللہ کریم خود جانتا ہے، وہ کرالے گا۔

سوال 33: ذکر کے دوران اذان شروع ہو جائے تو حضور ﷺ کے نام نامی پر درود پڑھنا چاہیے یا نہیں؟

جواب: بعض صورتیں ایسی ہیں جن میں اذان کا جواب نہیں دینا چاہیے۔ مثلاً نماز کی حالت میں، رفع حاجت کے وقت جنسی اختلاط کے دوران خطبہ سنتے وقت یا کوئی عالم دین پڑھنے پڑھانے میں مصروف ہو تو ان لوگوں کو چاہیے کہ فراغت کے بعد اذان کے کلمات کہہ لیں، بشرطیکہ زیادہ دیر نہ گزری ہو، کھانا کھاتے ہوئے اذان کا جواب دیں تو جائز ہے لیکن ضروری نہیں، اسی طرح دوران ذکر بھی اذان کا جواب نہ دیا جائے۔

سوال 34: بے نمازی کے ہاتھ کی یا بازار کی بنی ہوئی اشیاء کھانے سے لطائف یا مراقبات پر اثر پڑتا ہے؟

جواب: اگر یہ چیزیں پاک بھی ہوں تو بازار میں پڑے ہونے کی وجہ سے ان چیزوں میں خاص

طرح کی نحوست پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک حلال ہونا ہوتا ہے اور ایک طیب، طیب وہ تب ہو گا جب بنانے والا خود طیب ہو، جو ہاتھ اس میں ڈالا وہ پاکیزہ ہو۔ اگر حلال کا سارا اہتمام بھی ہو لیکن اگر طیب نہیں ہو گا تو طیب نہ ہونے کی وجہ سے اس میں جو غبار آتا ہے۔ وہ لطائف یا اس قلب پر بھی آئے گا ہر آدمی کی ایک ریفلیکشن (Reflection) ہوتی ہے۔ بے نمازی، حریص، بھوکا، پاکیزگی کا خیال نہ کرنے والا وغیرہ۔ تو بازاری کھانے پر جتنے بھی لوگوں کی نظر پڑے گی ان سب کی ریفلیکشن بھی اس کھانے پر پڑے گا۔ یہ ریفلیکشن غبار کی طرح ہوتی ہے۔ جب ہم لطائف کیا کرتے تھے تو ہم تین چار ساتھی ہوتے تھے۔ حضرتؒ فرماتے تھے کہ نماز تو ضرور باجماعت پڑھو لیکن صرف فرض، سنتیں پڑھ کر جاؤ اور باقی بہتر ہے کہ گھر آ کر پڑھو اور اگر مسجد میں ہی پڑھنی ہوں تو نمازیوں سے الگ ہو کر پڑھو کہ نمازیوں کی جو حالت ہے وہی تمھارے لطائف بند کر دینے کے لیے کافی ہے۔ تو بے نمازیوں کا تو پھر حال ہی الگ ہے۔ ایسے نمازی بھی جن کے لطائف روشن نہیں ہوتے، ان پر دنیاوی سوچیں، دنیاوی غبار اور معاملات کے افکار مسلط ہوتے ہیں۔ وہ بات نہ بھی کریں، ساتھ مل کر نماز پڑھنے سے بھی لطائف متاثر ہوتے ہیں۔ باقی گپ شپ اور محض بازار میں جا کر بیٹھ جانا یا محض وقت گزارنے کے لیے چلے جانا یہ سب تو نرا مضر ہے۔ یہ سب ایسی چیزیں ہیں جو نقصان پہنچاتی ہیں۔

سوال 35: ساتوں لطیفہ سلطان الاذکار صرف بدن کا لطیفہ ہے یا روح اور بدن دونوں کا؟

جواب: میرے بھائی لطائف بنیادی طور پر ہیں ہی عالم امر کی چیز اور روح کا حصہ ہیں۔ صرف ساتواں ہی نہیں، لطائف سارے کے سارے ہی عالم امر کی چیز ہیں۔ حضرت مجددؒ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں کہ انسان صرف پانچ چیزوں کا ہی نہیں (آگ، ہوا، پانی، مٹی اور ان کے ملنے سے نفس بنا) بلکہ یہ دس چیزوں کا مرکب ہے۔ جس میں قلب، روح، سری، خفی اور اخفاء بھی ہیں۔ لطائف بنیادی طور پر روح کا خاصہ ہیں۔ چونکہ روح سارے بدن میں سرایت ہے تو روشن لطائف سے بالواسطہ بدن بھی متاثر ہوتا ہے اور جب سارے بدن کو اس کی روشنی پہنچتی ہے تو بدن کا ہر ذرہ ذاکر بھی ہو جاتا ہے اور منور بھی ہو جاتا ہے جیسے قرآن حکیم میں ارشاد

ہے۔ **ثم تلین جلودھم و قلوبھم الی ذکر اللہ** اور حق یہ ہے کہ جب تک اجزائے بدن ذاکر نہ ہوں تب تک کم از کم اس پر سے غفلت نہیں جاتی۔ اگر عابد و زاہد بھی ہو تو حضوری کی کیفیت اس میں پیدا نہیں ہوتی۔ عبادت میں بھی غافل ہی رہتا ہے اور عبادت سے باہر تو اس پر کیفیت وارد ہی نہیں ہوتی۔ اس لیے تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ مرحوم نے ذکر قلبی کے حصول کو ہر مسلمان مرد اور عورت کے لیے واجب لکھا ہے۔

سوال 36: اہل تصوف کے دو نظریات وحدت الوجود اور وحدت الشہود کا کیا مطلب ہے۔ وضاحت فرمائیے؟

جواب: صوفیا کے مختلف مدارج، مراقبات اور کیفیات ہوتی ہیں جس طرح علوم ظاہری میں اسباق چلتے ہیں اسی طرح کیفیات باطنی بھی سبق در سبق چلتی ہیں اور جنہیں مشاہدہ ہے اندازہ فرماتے ہوں گے کہ جب ''مراقبہ فنا'' کیا جاتا ہے تو اس میں ہر چیز فنا ہوتی نظر آتی ہے حتی کہ ساری کائنات فنا ہو جاتی ہے کچھ باقی نہیں بچتا۔ اس کے بعد جب بقاباللہ کا مراقبہ کیا جاتا ہے۔ **ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والا کرام** ○ تو ہر وجود کے ساتھ قادر مطلق کے انوارات نظر آتے ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ قائم ہے تو قائم ذات صرف اللہ کی ہے باقی سارے وجود اس کے قائم رکھنے سے قائم ہیں اپنی ذاتی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ جب اس کیفیت سے صوفیاء گزرے تو انہوں نے یہ کہا کہ وجود در اصل ایک ہی ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ۔ جو ازل سے ابد تک ہے ہمیشہ ہے اور ہر حال میں، باقی سب نہ ہونے کے برابر ہیں اور صرف اس کے قائم رکھنے سے قائم رہتے ہیں اس کے مٹا دینے سے مٹ جاتے ہیں۔ اسے ''وحدت الوجود'' کا نام دیا گیا ہے کہ وجود صرف ایک واحد ہے لاشریک ہے۔ شیخ محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے جب اس نظریے کو اپنی کتاب میں جگہ دی اور اس پر بحث فرمائی تو پھر یہ مستقل ایک نظریہ بن گیا۔ بعد میں جو لوگ آئے ان کا کمال نہ علوم باطنی میں اس پائے کا تھا نہ علوم ظاہری میں ان کے علوم اس پائے کے تھے تو اس میں ایک قباحت آ گئی۔ بجائے اس کے کہ یہ سمجھا جاتا کہ اللہ ہی باقی ہے جو کچھ ہے یہ فانی ہے سمجھا یہ جانے لگا

کہ ہر وجود میں اللہ ہے۔

وحدت الوجود کا جو مفہوم تھا وہ یکسر بدلنے لگا تو یہ ہندوؤں والا عقیدہ بننے لگ گیا تھا جیسے ہر وہ طاقت جسے وہ نا قابل تسخیر سمجھیں وہ سمجھتے ہیں کہ اس میں بھگوان موجود ہے۔ ان قباحتوں کی وجہ سے حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے اس کے مقابلے میں بدل کر ''وحدت الشہود'' کا لفظ دیا کہ ہر چیز ہر وجود اس کی وحدت پہ گواہ ہے یعنی ہر وجود کی ذات اس کی قدرت کاملہ پہ گواہ ہے اور اس کی شہادت دے رہی ہے تو یہ ان قباحتوں سے بچنے کے لیے اس کی اصلاحی صورت تشکیل دی گئی۔ اور اصل بات نکھر کر سامنے آگئی۔ تو ہر وجود کی اپنی ایک حیثیت ہے چونکہ اللہ نے اسے تخلیق فرمایا ہے اسے حقوق دے ہیں اسے زندگی دی ہے یا اسے شعور دیا ہے لیکن وہ گواہ ہے اللہ کی قدرت کاملہ پر۔ تو وحدت الشہود سے مراد یہ ہے کہ ایک ہی گواہی ہر وجود دے رہا ہے۔ اور سب کی شہادت ہے اللہ کی قدرت کاملہ پر اس کے خالق اور اس کے قادر مطلق ہونے پر ہے ان خطرات سے بچنے کے لیے جو لوگوں کی علمی یا باطنی استعداد کی کمزوری کی وجہ سے وحدت الوجود کی اصطلاح سے در آئے تھے ان سے بچنے کے لیے یہ راستہ اپنایا گیا۔ تو اپنی اصل میں دونوں درست ہیں اصطلاحات ہیں ان میں اختلاف نہیں ہے۔ دراصل یہ اہل علم کی باتیں ہیں اور ایسے لوگوں کی باتیں ہیں جن کے پاس علوم ظاہر بھی ہوں اور انہیں کمالات باطنی بھی حاصل ہوں۔ جب عوام کی سطح پہ آتی ہیں تو وہ اپنی استعداد اور اپنی سمجھ اور اپنے علم کے مطابق اسے سمجھتے ہیں اور اس میں غلطیاں ہوتی ہیں اور بات ایک ہی ہے اس کے لیے اصطلاحیں دو ہیں اور یہ تو بنیادی عقائد میں سے ہے کہ اللہ کریم باقی ہے باقی ہر چیز فانی ہے۔

سوال 37: اللہ کے فضل و کرم سے حتی الامکان کوشش ہے کہ اچھے اعمال میں وقت لگے لیکن بعض اوقات گندے خیالات جان نہیں چھوڑتے۔ ان گندے خیالات سے بچنے کا اکسیر نسخہ کیا ہے؟

جواب: صرف ایک، کہ آپ ان کو رائی برابر اہمیت نہ دیں۔ انشاء اللہ ختم ہو جائیں گے۔ ہوتا یہ

ہے کہ شیطان وسوسے ڈالتا ہے۔ ہم اپنی کمزوری کے سبب ان کو سوچنا شروع کر دیتے ہیں۔ پھر وہ شیطانی وسوسہ نہیں رہتا۔ وہ ہمارا اپنا وہم یا خیال بن جاتا ہے۔ اگر اللہ ہمت دے اور آدمی اسے رد کر دے اس کی پرواہ نہ کرے۔ اگنور (Ignore) کر دے یعنی اس کی طرف متوجہ نہ ہو اسے بھول جائے اس کی کوئی اہمیت اس کے دل میں نہ ہو تو وہ از خود ختم ہو جاتا ہے اور یہی اس کا طریقہ ہے۔ آپ لاحول پڑھنا شروع کر دیں درود شریف پڑھنا شروع کر دیں۔ سب سے اچھا نسخہ درود شریف ہے پڑھتے رہیں۔

سوال 38: صوفیاء کرام ذکر الٰہی کرتے وقت لفظ ''اللہ ہو'' استعمال کرتے ہیں حالانکہ یہ الفاظ قرآن پاک میں کہیں نہیں۔ قرآن پاک میں ایسے اللہ لا الہ الا ھو وغیرہ یا پھر اشارے کی ضمیریں آتی ہیں **''لہ ملک السموت والا رض''** قولہ میں ھو جو ہے اس کا اشارہ قبل کی طرف ہے سمجھ نہیں آتا کہ غلط پڑھنے سے یہ ذکر الٰہی کیسے بن جاتا ہے۔ اگر ذاتی نام ہی صحیح نہ پڑھا جائے تو ذکر کا فائدہ؟ اگر اللہ والی ہا موقوف کر دیں تو اللہ پڑھا جائے گا اور یہ درست ہوگا۔ صرف ہو کو اللہ سے علیحدہ کریں تو اللہ رہ جائے گا الا اللہ رہ جاتا ہے اور اصل میں لا ہوگا جب قانون عائد کریں تو الا بنے گا جس کے معنی نفی کے ہیں تو یہ کیسے ذکر خدا ہوا۔

جواب: اللہ ھو ایک جملہ بن جاتا ہے کہ وہی ہے اللہ۔ اللہ کے ساتھ جب ھو کی ضمیر جمع ہوتی ہے یہ ایک مکمل جملہ بن جاتا ہے کہ وہی اللہ ہے۔ اب اس کے بننے کے قاعدے میں آپ سادہ سادہ یہ سمجھ لیں کہ یہ ایک جملہ تام ہے ایک مکمل جملہ، اللہ کے ساتھ ہو کی ضمیر لگا کر ھو کی ضمیر یہ فائدہ دیتی ہے کہ وہ ہے جس کا نام ہے اللہ۔

سوال 39: حضرت شاہ ولی اللہؒ نے لکھا ہے کہ میں نے قرآن مجید حضرت محمد ﷺ سے پڑھا تو کیا ہر ولی حسب ضرورت دین کی رہنمائی حضور اکرم ﷺ سے حاصل کر سکتا ہے؟

جواب: یقیناً کر سکتا ہے لیکن کوئی ایسی نئی بات نہیں جو آج ارشاد فرمائی جائے۔ نبی کریم ﷺ جب دنیا سے تشریف لے گئے تو وہ پورا مکمل دین عطا کر کے گئے۔ اب اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ ولی جو رہنمائی حاصل کرتے ہیں وہ کسی حکم کے دو تین پہلو ہوتے ہیں اس میں

سے کونسا پہلو زیادہ مبارک ہے یا وقت کے لحاظ سے کون سا زیادہ مناسب ہے اس طرح کی رہنمائی حاصل کی جاتی ہے۔کوئی نیا حکم نہ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں نہ کوئی حاصل کر سکتا ہے اور نہ اس کی ضرورت باقی ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دنیا سے تشریف لے جانا ہی تب ہوا جب دین کا ہر چھوٹا بڑا حکم آپ نے پہنچا دیا۔ **"الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الا سلام دینا"** جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی تو حضور اکرم ﷺ کی دنیا میں رہنے کی ضرورت باقی نہیں رہی اس کے بعد بیاسی یا تر اسی دن حضور اکرم ﷺ دار دنیا میں جلوہ افروز رہے اور پھر دنیا سے پردہ فرما گئے نہ کوئی نیا حکم نہ کسی صحابیؓ نہ ولی، نہ صاحب کشف کو ملتا ہے۔ اس لیے کہ سارا دین مکمل ہو گیا اور حضور اکرم ﷺ نے پہنچا دیا۔

سوال 40: اسلامی ریاست کے حصول کے لیے اس کی تگ ودو اس کی باگ ڈور سنبھالنا یہ سنت رسول اللہ ﷺ اور سنت خلفاء راشدین رضوان اللہ اجمعین ہے۔ پھر اقتدار اختیارات کا صحیح استعمال انسانیت کے لیے جتنا فائدہ مند ہے وہ بے دست و پا ہونے کی صورت میں ممکن نہیں صوفیا اولیاء کرام اس راستے سے کیوں آج تک اجتناب کرتے رہے؟

جواب: اجتناب تو نہیں کرتے رہے۔ یہ بات درست نہیں۔ بہت سے صوفی بڑے معروف امراء بھی گزرے ہیں بلکہ آپ کے اس برصغیر کے حکمرانوں میں اورنگ زیب عالمگیر بہت بڑے صوفی تھے۔ سلطان شمس الدین التمش بہت بڑے ولی اللہ تھے اس کے علاوہ اور لوگ بھی ہوں گے۔ کوئی ضروری نہیں کہ جن کے ہم نام جانتے ہیں وہی ہیں۔ سید احمد شہیدؒ بہت بڑے صوفی تھے۔

شاہ اسماعیل شہیدؒ بڑے صاحب حال بزرگ تھے ان صوفیا نے میدان کارزار میں جانیں دیں اور جو میدان میں نہیں جا سکے وہ بھی ساری زندگی انسان سازی کرتے رہے پھر یہ بھی ہے کہ ہر بندہ ہر کام کیلئے نہیں ہوتا۔ ایک بندے میں استعداد ہی درس و تدریس کی ہے تو وہ صوفی مدرس ہی بنے گا وہ صوفی سپاہی نہیں بنے گا۔ ایک بندے میں صلاحیت ہے

امارات کی تو وہ صوفی ہو کر وہ امارات کرے گا۔ایک بندے میں جو فطری صلاحیتیں ہیں صوفی بننے سے اس کی اسی صلاحیت کو مزید تقویت ملتی ہے جو صوفی میدان عمل میں نہیں جا سکے ان کے متعلق بھی آپ یہ انکار نہیں کر سکتے کہ ساری زندگی انھوں نے انسان سازی نہیں کی۔ بلکہ ان کے بنائے ہوئے انسانوں نے انقلاب بپا کر دیے۔اب حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اقتدار تو نہ سنبھالا لیکن صاحب اقتدار کو توبہ کرا کے چھوڑی۔ وہ اس فیلڈ کے بندے تھے۔ وہ شائدتگ و دو کرتے تو بادشاہ سے اقتدار بھی چھین لیتے لیکن وہ ان کے مزاج کے مطابق نہیں تھا ان کا مزاج یہ تھا کہ پورے برصغیر میں صرف اکیلا بندہ اڑ گیا اور بادشاہ کو بھی توبہ کرا کے چھوڑا۔اب دین الٰہی اکبر کے زمانے سے آرہا تھا اور بے شمار لوگ تھے بڑے بڑے علماء تھے کوئی نہیں روک سکا۔تو یہ ہر بندے کی اپنی فطری جو صلاحیتیں ہیں تصوف میں آکر اس کی وہی صلاحیتیں زیادہ پالش ہو جاتی ہیں تو صوفیوں نے یہ ضرور کیا کہ وہ انسان سازی کرتے رہے۔ انقلاب اسلامی کی بات کرتے رہے۔اس تحریک کو انھوں نے زندہ رکھا اس کے لیے محنت کر تے رہے۔

سوال 41: ''نور و بشر کی حقیقت'' کتابچہ میں آپ میں نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ذاتی ایک نور ہے اور دوسرا اللہ تعالیٰ نے نور پیدا کیا جس سے نورانی مخلوق پیدا فرمائی اور بنی نوع انسان میں بھی مراتب کے ساتھ نور ڈالا گیا ہے۔ برائے مہربانی وضاحت فرما دیجئے کہ درود تاج میں ''نور من نور اللہ'' کے الفاظ جائز ہیں کہ نہیں؟

جواب: اگر یہی ایمان ہو کہ اللہ جل شانہ نے جو نور پیدا کیا ہے اس میں آپ کی ذات سب سے اعلیٰ ہے تو یہی تو ہمارا ایمان ہے ''**نور من نور اللہ**'' سے مراد بھی یہی ہوتی ہے کہ اللہ کی طرف سے نور کی حیثیت سے آپ ﷺ کو پیدا کیا گیا اور کرۂ ارض پر جتنی روشنی ہے اس میں سب سے اعلیٰ نور اور سب سے اعلیٰ روشنی کائنات میں اللہ کے بعد حضور ﷺ کی ذات ہی ہے، لیکن اگر آپ ﷺ کی ذات کو ذات باری کے ساتھ حصہ دار اور شریک بنا لیا جائے اور اللہ کی ذات کا حصہ قرار دیا جائے تو وہ شرک ہو جائے گا۔اب یہ پڑھنے والے پر

منحصر ہے کہ وہ اس سے کیا مراد لے رہا ہے۔

سوال 42: دربار نبوی ﷺ کی قربت کے لیے بلند منازل ضروری ہیں یا کم منازل کے باوجود یہ نصیب ہوتی ہے؟

جواب: جب قربت نصیب ہوتی ہے تو منازل خود بلند ہو جاتے ہیں۔ جیسے کوئی کہے کہ کیا کشتی کرنے کے لیے صحت ضروری ہے، بھائی کشتی وہی کرے گا جس کی صحت اچھی ہوگی بیمار کیا کرے گا۔ جسے بارگاہ نبوی ﷺ کا بہت زیادہ قرب نصیب ہوگا اس کی منازل بلند نہیں ہوں گی تو کس کی ہوں گی۔ بارگاہ نبوی ﷺ کا قرب ہی منازل کی بلندی کا سبب بنتا ہے لیکن اس کے باوجود یہ ضروری نہیں کہ اسے مراقبات میں ترقی نصیب ہوگی۔ وہ معروف طریقے سے ہی ہوتی ہے۔ ہاں اس میں استعداد زیادہ ہو جاتی ہے۔ کسی دوسرے کو اگر سال بھر توجہ دی جائے تو پھر وہ جن منازل تک پہنچے ایسے آدمی کو ایک توجہ دی جائے تو ان منازل تک چلا جاتا ہے۔ لیکن راستہ معروف طریقے سے ہی طے ہوگا۔ الا ماشاءاللہ بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں صدیوں میں بلکہ یا شاید ہزار صدی بعد کوئی ایک آدھ آدمی ایسا ہو جس کی تربیت ہی دربار نبوی ﷺ سے کی جائے اور یہ لوگ آنے والے انقلاب کے پتھر ہوا کرتے ہیں۔ یہ بڑی عجیب سی بات ہے، یہ وہی جانیں جنھیں نصیب ہوتی ہے۔ بہر حال دین اس رشتے کا نام ہے جو امتی کو حضور اکرم ﷺ سے نصیب ہوتا ہے۔ وہ رشتہ جتنا ستھرا جتنا کھرا ہوگا اسی قدر اطاعت نصیب ہوگی۔ یوں اطاعت، ادب اور عقیدت یہ تین دھارے مل کر مومن کے ایمان کو سیراب کرتے ہیں اور ترقی درجات کا سبب بنتے ہیں۔ اللہ کریم سب کو نصیب فرمائے۔

سوال 43: دار العرفان میں بھی ہم سے نادانستہ طور پر اور کبھی دانستہ طور پر کوتاہیاں ہو جاتی ہیں، اس کا کیا تدارک ہے؟

جواب: یہی بندے کی شناخت ہے کہ یہ بندہ ہے اگر بندے سے کوتاہی نہ ہو تو پھر فرشتہ ہوا بندہ تو نہ ہوا۔ اور ہمیں فرشتے تو اللہ نے بنایا نہیں۔ بات عملی کوتاہی کی نہیں ہوتی، بات اس خلوص کی ہوتی ہے جو اللہ کی اطاعت کے لیے پیدا ہوتا ہے اور اس پر بعض اوقات جب کوتاہی ہوتی ہے تو

اتنا درد لگتا ہے کہ اتنا ثواب شاید نیکی کرنے سے نہ ملتا جتنا اس گناہ سے توبہ کرنے سے مل جاتا ہے۔ قرآن حکیم نے جو معیار دیا ہے وہ یہ ہے۔ **لم یصرو اعلی مافعلو له** اگر اللہ کے بندوں سے کوتاہی یا غلطی ہو جائے تو اس کوتاہی کو پیشہ نہیں بناتے، اسی پر عمل پیرا نہیں ہو جاتے بلکہ وہ انھیں کھٹکتی ہے توبہ کرتے ہیں اللہ سے معافی چاہتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں۔ جہاں تک غلطی ہو جانے کا تعلق ہے تو یہ تو انسانی خاصہ ہے اس سے کوئی بھی بری نہیں ہو سکتا سوائے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جو معصوم عن الخطا ہوتے ہیں ان کے علاوہ اور کوئی بھی معصوم نہیں ہے۔ کسی کو بہت بڑا کوئی منصب ملے تو اللہ کی طرف سے محفوظ ہو سکتا ہے، معصوم کوئی نہیں تو ذکر سے ایک حفاظت الٰہیہ نصیب ہو جاتی ہے پھر بھی چھوٹی موٹی کوتاہیاں سستیاں یہ انسانی مزاج کا خاصہ ہیں اور انسان ہی رہتا ہے۔

سوال 44: رابطہ شیخ سے کیا مراد ہے؟

جواب: سالک کے دل میں جتنا شیخ کے ساتھ خلوص ہوتا ہے اللہ کریم شیخ کے دل سے اپنے انوارات اس کے دل میں بغیر اسے پتہ چلے، انڈیل دیتا ہے یہ رابطہ از خود قائم رہتا ہے۔ شیخ عالم الغیب نہیں ہوتا۔ عالم الغیب وہ ہستی ہے جو یہ رابطے عطا کرتی ہے۔ آپ صرف سچی کھری طلب اور خلوص اپنی طرف سے پیش کر سکتے ہیں اور کچھ بھی نہیں۔ اب اس خلوص کو جانچنا کہ یہ کس پائے اور درجے کا ہے اس کی سمجھ شیخ کو بھی نہیں ہوتی۔ البتہ شیخ ایک ذریعہ ضرور ہے چونکہ اس کے دل میں وہ نعمت موجود ہے جو سچی اور کھری طلب اور خلوص لے کر آنے والے کے دل میں انڈیلی جاتی ہے نعمت دینے والا اللہ خود دیکھ رہا ہے۔ طلب جتنے خلوص سے پیدا ہوگی اتنے خلوص سے وہ متوجہ ہوگا اور اتنی اس تک پہنچا دے گا۔ حضرت مولانا اللہ یار خانؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں کئی دفعہ چاہتا ہوں کہ اس شخص کو مراقبات ہو جائیں اور اسے سالوں تک نہیں ہوتے۔ جبکہ مجھے پتہ ہی نہیں ہوتا کسی شخص کا اور وہ پاس آکر بیٹھتا ہے اور اسے مراقبات ہو جاتے ہیں یہ عجیب بات ہے یہ اللہ کا کام ہے وہی دلوں کے حال جانتا ہے۔ کسی کے دل کی کیفیت کیسی ہے اور کتنی دیر میں وہ کیا کچھ لوٹ لیتا ہے یہ اس کا کام ہے۔

سوال 45: اولیاء اللہ کی ارواح سے جس فیض کی بات کی جاتی ہے جہلا کے نظریے کو نظر انداز کر کے ارشادات فرمائیے کہ اس فیض سے کیا مراد لی جاتی ہے اور سالک یہ فیض کن حوالوں سے حاصل کر سکتا ہے؟

جواب: شرعی اعتبار سے جس چیز کو فیض کہا جاتا ہے وہ ہیں برکات محمد رسول اللہ ﷺ تعلیمات بھی فیض ہیں لیکن یہاں فیض کا لفظ برکات کے لیے مختص ہو گیا ہے یوں تو حضور ﷺ کا کوئی کسی کو جملہ پہنچا دے تو فیض ہی فیض ہے نور علی نور ہے لیکن بعض صورتوں کے لیے بعض الفاظ یا اصطلاحات مختص ہو جاتی ہیں تو یہ لفظ فیض اصطلاح تصوف میں مختص ہو گیا ہے قلبی کیفیات کے لیے باطنی برکات کے لیے اس حالت کیلیے جس سے دل میں مثبت تبدیلی آنی شروع ہو جائے اور اس کا سفر **یخرجھم من الظلمت الی النور** کا مصداق بن جائے کہ اندھیروں سے تاریکیوں سے، روشنی کی طرف، جہالت سے علم کی طرف، نامحرمی سے معرفت کی طرف اور بے عملی سے عمل صالح کی طرف، جب سفر شروع ہو جائے تو اسے فیض کہا جاتا ہے۔ اگر جہلا کی بات مان لی جائے تو ان کے نزدیک فیض مادی نعمتوں کا حصول ہے کہ فلاں قبر پر گئے اولاد مل گئی فلاں بزرگ کی فاتحہ دلوائی تو صحت ہو گئی یہ سارے نظریات غیر اسلامی غیر شرعی اور ہندوانہ رسومات سے لیے گئے ہیں۔ دعا کرنا بندے کا حق ہے اللہ سے کرے مقام سے فرق پڑتا ہے جیسے مسجد میں اگر دعا کریں تو مسجد کی وجہ سے کچھ اس میں اور برکات ہو جائیں گی۔ اسی طرح اگر کسی اللہ والے کی صحبت میں بیٹھ کر اللہ سے دعا کریں تو ان کی برکات کی وجہ سے اس دعا کی حیثیت کچھ اور ہو جائے گی، اس میں یقیناً مثبت تبدیلی آئے گی۔ لیکن دعا بندے کی اللہ ہی سے ہو گی وہ دے اس کی مرضی نہ دے اس کی مرضی۔ اس میں صاحب قبر کا کوئی عمل دخل نہیں ہوگا۔ جہالت کی وجہ سے لوگوں نے تو فیض دنیاوی امور کو لے لیا ہے اور عجیب بات ہے کہ آپ اہل اللہ کی ساری زندگی پڑھ لیں۔ چونکہ دنیاوی کاموں کو توجہ سے پورا وقت نہیں دے پاتے۔ ان پر چونکہ فکر آخرت سوار ہوتی ہے تو یہ اس طرف اپنی اتنی مصروفیات بڑھا لیتے ہیں کہ عموماً دنیاوی امور میں یہ مشکلات کا شکار رہتے ہیں تو اپنی زندگی

مشکلات کی نظر کر کے دنیا سے جان چھڑا کر جب برزخ میں جاتے ہیں تو کیوں وہاں سے اٹھ کر آپ کے دنیاوی امور میں سر گھسیڑیں؟ یہ بھی اوہام ہیں اور برصغیر میں کچھ زیادہ ہیں کہ یہاں ہندوؤں کی تہذیب کے ساتھ مل کر اور خصوصاً اکبر اعظم کے عہد کے جو ہندوؤں اور مسلمانوں کی مشترکہ ایک تہذیب بنی تھی اس نے ایسے اثرات مرتب کیے۔ بہت سے ہندوؤں کی رسومات اور توہمات ہم میں در آئے۔ ورنہ اسلام بڑا سیدھا سادہ مذہب ہے کہ بندے کو اللہ کے روبرو کر دیتا ہے رب جانے اور اس کا بندہ جانے۔

سوال 46: شیطان لعین جب سالک کے دل میں شیخ کے خلاف وسوسے ڈالے بدظن کرنے کی کوشش کرے تو سالک کیا کرے؟

جواب: میرے بھائی شیطان بدظن نہیں کرے گا تو شیطان کیا سفارش کرے گا کہ تم کسی نیک آدمی کے ساتھ رہو۔ شیطان کو تو کرنا چاہیے، اس کا تو کام ہے اگر وہ نہ کرے تو اس سے شکوہ کیا جائے گا۔ لیکن ہر بندے کو وہ نہیں کرتا، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ عمر فاروقؓ جس راستے سے آ رہے ہوں شیطان وہ راستہ چھوڑ دیتا ہے اسے پتہ ہے کہ میرا حربہ کارگر نہیں ہوگا بلکہ مجھے مار پڑے گی۔ ہم نے بھی مشائخ کے ساتھ عمریں بسر کیں اور ہمارے شیخ بھی بنی نوع انسان تھے بعض سے اچھے تھے۔ بعض سے اچھے نہیں تھے۔ مقدمات بھی بھگتتے تھے لڑائیاں بھی ہوتی تھیں۔ زندگی میں سارے لوازمات تھے۔ ہمارے پاس تو شیطان کو کبھی آنے کی توفیق نہیں ہوئی کہ شیخ کے خلاف بات کرے بلکہ میں نے ایک دفعہ کہا تھا یار یہ کوئی ضمانت نہیں ہے کہ ہم اس سلسلے میں رہیں گے نہیں رہیں گے ایک یہ بات طے ہے کہ ہم رہیں یا نہ رہیں لیکن یہ جو کچھ ہے حق ہے تو یہ سب اپنی کمزوریاں ہوتی ہیں جب بندہ خود وقت نہیں لگاتا، محنت نہیں کرتا، توجہ نہیں کرتا، پھر شیطان تو کوشش کرتا ہے ہم دو بھائی آپس میں ناراض ہو جاتے ہیں کوئی تیسرا میرے بھائی کی برائی کرنے میرے پاس آ جائے گا۔ اس لیے کہ وہ سمجھے گا کہ اب یہ سننا چاہتا ہے شیطان بھی موقع شناس ہے انھی سے بات کرتا ہے جہاں وہ دیکھتا ہے کہ گنجائش ہے۔ اگر کوئی بدعملی کا شکار ہے، نمازیں چھوٹ رہی ہیں، اذکار چھوٹ رہے ہیں رشتہ

کمزور پڑ رہا ہے تو شیطان کے لیے آپ گنجائش پیدا نہ کریں تو شیطان شیخ کے خلاف بات نہیں کرے گا۔

سوال 47: مراقبہ میں روضہ اطہر ﷺ پر الصلوٰۃ والسلام پڑھنا چاہیے یا سلسلے والا درود شریف؟

جواب: میرے بھائی جو بھی صلوٰۃ وسلام کوئی پڑھے اس کی مرضی لیکن میں ایک بات آپ کو بتا دوں کہ جو درود مسنون ہیں ان کا مقابلہ وہ درود نہیں کرسکتا جو آپ کوئی ایجاد کرتے ہیں۔ بیشمار درود ایسے ہیں جن کے پڑھنے کا طریقہ خود حضور ﷺ نے بتایا الفاظ خود حضور ﷺ کے ارشاد کردہ ہیں کہ اس طرح سے درود پڑھو (وہ سیرت میں ملتے ہیں) انہی مسنون درودوں میں جو درود سلسلے کے حضرات نے پڑھنے کا فرمایا ہے اس میں دو برکات شامل ہو جاتی ہیں ارشادی نبوی ﷺ بھی اور مشائخ کا کہنا بھی۔

سوال 48: دوام ذکر کیسے حاصل ہو؟

جواب: دوام توجہ سے حاصل ہوتا ہے۔ کثرت ذکر سے دوام توجہ نصیب ہو جاتی ہے یہ ایک ایسی کیفیت ہے جو کسی بھی کام کو مسلسل کرنے والے کو نصیب ہو جاتی ہے۔ دنیاداری میں بھی آپ دیکھ لیں جواری شرابی بیٹرے لڑانے والے اتنے اس میں منہک ہو جاتے ہیں کہ وہ گاڑی چلا رہے ہوں کھانا پکا رہے ہوں یا کوئی کام بھی کر رہے ہوتے ہیں ساتھ اپنے اس شغل کی بات بھی چل رہی ہوتی ہے۔ تو ان کا ہاتھ کام سے اٹکتا نہیں۔ اس طرح کثرت ذکر سے یہ نعمت حاصل ہو جاتی ہے۔

سوال 49: تصدیق قلبی سے کیا مراد ہے؟

جواب: تصدیق قلبی موجود نہ ہو تو زبان سے کہہ دینے سے آدمی مردم شماری میں تو مسلمان ہو جاتا ہے لیکن عنداللہ نہیں اللہ کے نزدیک اس کا اسلام تب قبول ہوتا ہے جب اس کا دل اس بات کو قبول کرتا ہے دنیاوی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ استاد کی تعظیم نہ کریں تو بھی وہ تعلیم ضائع نہیں ہوتی لیکن برکات نبوت ﷺ کیلئے سب سے پہلے نبی کریم ﷺ پر ایمان

ضروری ہوتا ہے۔ دین ہے ہی نبی کریم ﷺ سے قلبی تعلق کا نام جتنی اس میں پختگی آئیگی اتنی ہی ایمان میں مضبوطی نصیب ہوتی چلی جائیگی۔ دنیوی تعلیم صرف الفاظ ہوتے ہیں۔ جبکہ برکات نبوت، الفاظ و کیفیات دونوں ہیں جو آدمی کا حال بن جاتی ہیں دنیادار آپ کو پڑھاتا رہے کہ دیانت کیا ہے مگر آپ کو دیانت دار نہیں بنا سکے گا جبکہ نبی کریم ﷺ جب فرمادیں گے کہ دیانت داری یہ ہے تو سننے والے میں اگر ایمان ہو تو دیانت اس کا حال بن جائیگی اور یہی انبیاً کا کمال ہوتا ہے۔

سوال 50: الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ درودوں میں سے ایک درود ہے آدمی اگر اس خیال سے پڑھتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ تک میرا درود پہنچا ہے یا اللہ کے فرشتے پہنچادیتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں، جس طرح اللہ سنتا ہے اس طرح حضور اکرم ﷺ نہیں سنتے اور حضور اکرم ﷺ کا یہ دعویٰ بھی نہیں کہ میں اللہ کے برابر ہوں، بلکہ اس دعویٰ ہی کو تو مٹانا حضور اکرم ﷺ کا منشاء عالی ہے ہمارا اختلاف اس پر ہے کہ اگر ان کا خیال ہے کہ میں جو بات کر رہا ہوں حضور اکرم ﷺ بھی یوں سن رہے ہیں جیسے سامنے موجود ہوں تو میں حضور اکرم ﷺ سے لاؤڈ سپیکر پر بات کرنے کے اختلاف اس پر بات کرنے کی جرأت کیسے کرسکتا ہوں، جبکہ قرآن نے منع کردیا ہے۔ **لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی** (مت اونچی کرو اپنی آوازوں کو نبی کریم ﷺ کی آواز سے) حضور اکرم ﷺ کی موجودگی میں اونچا بولنا حرام ہی نہیں بلکہ ساری زندگی کی نیکیاں ضبط ہو جاتی ہیں۔ آپ جب لاؤڈ سپیکر کھول کر پورا زور لگا کر کہتے ہیں۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ ،اور آپ مانتے ہیں کہ حضور ﷺ موجود ہیں تو آپ کی تو ساری نیکیاں گئیں۔ مسنون درود شریف پڑھنے کی فضیلت بہت زیادہ ہے اس کی فضیلت کو یوں سمجھئے کہ ایک شخص سارا دن وظیفے اور تسبیحات پڑھتا رہے لیکن ان کا وہ فائدہ نہیں ہوگا جو شیخ کی بتائی ہوئی ایک تسبیح کا، تو اندازہ کیجئے کہ حضور اکرم کچھ پڑھنے کو فرمادیں تو اس کا کس قدر فائدہ ہوگا۔ اس لیے بہترین درود وہ ہے جو آپ ﷺ سے مسنون ہے۔ ان کی تعداد سینکڑوں میں ہے اور احادیث مبارک میں موجود ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ہم

0320-5013669

حضرت امیر محمد اکرم اعوان

شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

امیر تنظیم الاخوان پاکستان

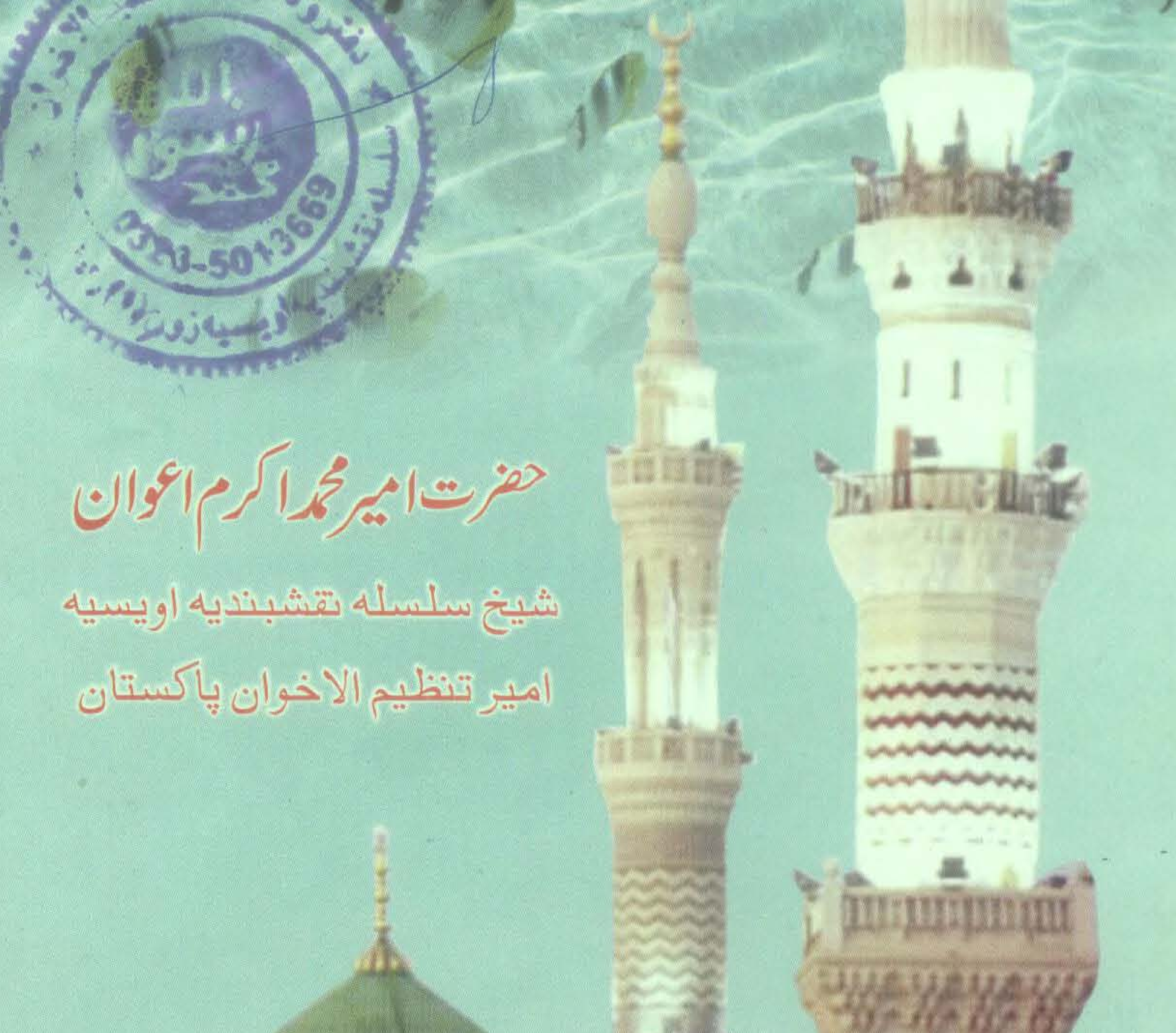

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ

دار العرفان منارہ ضلع چکوال

يخرج منهما اللؤلؤ والمرجان

موتی میرے دامن کے

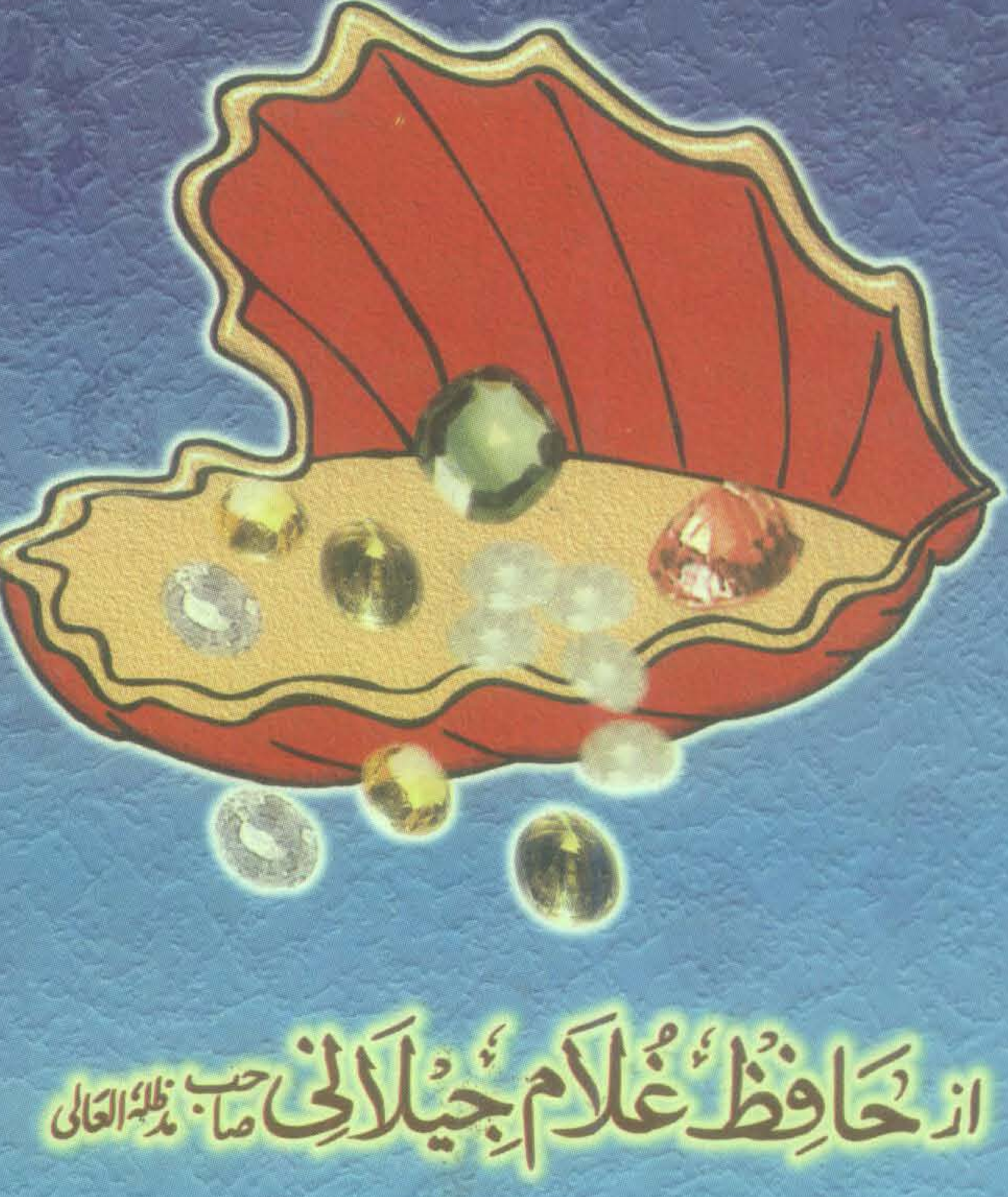

از حافظ غلام جیلانی صاحب مدظلہ العالی

دارالعرفان ۔ چکوال

﴿شجرہ مبارک سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ﴾

الٰہی بحرمتِ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
الٰہی بحرمتِ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ
الٰہی بحرمتِ حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمتِ حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمتِ حضرت جُنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمتِ حضرت عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمتِ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمتِ حضرت ابوایوب محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمتِ حضرت سلطان العارفین خواجہ اللہ دین مدنی رحمۃ اللہ
الٰہی بحرمتِ حضرت مولانا عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمتِ قلزم فیوضات حضرت العلام اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمتِ ختم خواجگان خاتمہ امیر محمد اکرم ومن وبخیر گرداں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد والہ
وصحبہ اجمعین برحمتک یاارحم الراحمین

سلسلہ اویسیہ کی خصوصیات

☆یہ وہ واحد نسبت ہے جو براہ راست نبی کریمؐ سے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور ان سے مشائخ کو نصیب ہوئی جو نسبت اویسیہ سے متعلق ہیں۔(طریق نسبت اویسیہ)

☆اس نسبت میں یہ نہیں کہا جاتا کہ فلاں کا حصہ ہمارے پاس نہیں ہے۔اس نسبت سے وہی محروم رہے گا جو اس تک پہنچ نہیں پائے گا یا نہ پانے والے کی اپنی نااہلی و بدنصیبی ہوگی۔(طریق السلوک)

☆نسبت اویسیہ میں کم واسطے ہوتے ہیں اور اس کے قوی اور صحیح ہونے میں شک وشبہ نہیں(عمدۃ السلوک)

☆یہ واحد سلسلہ ہے جو غیر ضروری پابندیاں نہیں لگاتا۔مثلاً مخلوق کے ساتھ ملنا، جائز کاروبار، شہروں میں اور عوام الناس میں رہنا وغیرہ۔

☆اس نسبت اور سلسلہ کا طرۂ امتیاز آقائے نامدار ﷺ کے دستِ اقدس پہ روحانی بیعت ہے۔

رابطہ برائے مراکز ذکر

اٹک	057-2602178	راولپنڈی	051-5514944
ایبٹ آباد	0992-343548	سرگودھا	048-3713148
بہاولپور	062-2888468	کراچی	021-5394349
جہلم	0544-649749	کوئٹہ	081-2833834
چکوال	0543-550792	گوجرانوالہ	055-4449060
حیدرآباد	022-3640062	گوجرخان	051-3515722
ڈیرہ غازی خان	0333-8589522	لاہور	042-5182727

برائے رابطہ: دارالعرفان اسلام آباد G-10/2، سٹریٹ نمبر 26۔فون: 051-2113490